خیالی تھیٹر کا یہ سین دیکھتے ہی چونک پڑے گھبرا کے کلیجا ہاتھون سے تھام لیا اور دل ہی دل مین کہا "سچ تو کہتی ہے۔ مجھے تو شک ہے کہ میرا یہ نکاح ہوا بھی یا نہین۔ جب میرا دل ایک ماہوش کے رخ زیبا کا دیوانہ ہو رہا ہے تو مجھے اس کا حق ہی کب حاصل تھا کہ دوسری کے ساتھ عقد کو قبول کرون۔ اور یہ دل جو ایک کا ہو چکا ہے اُسے دوسری کو دون؟ کیا دل کوئی ایسی چیز ہے جسے انسان اپنے اختیار سے جس کسی کو چاہے دیدے؟ ہرگز نہین۔ پھر یہ عقد کیسا؟ اور بالفرض ظاہر مین ہو بھی گیا تو ہوا کیونکر؟ مگر افسوس! خود کردہ را درمانے نیست"!

دوسرا باب

اتالیق بیوی

مرزا مسعود کے دل مین اگرچہ اس قسم خیالات پریشان کا ہجوم ہے نکاح پر حد سے زیادہ پچھتا رہے ہین۔ مگر اُسی اخلاقی کمزوری کی بدولت جس نے نکاح مین ہونکاری بھروائی تھی دیگر رسوم شادی کے متعلق بھی جو کچھ ہوتا ہے ہوتا ہی جاتا ہے عقد تو ہو ہی چکا تھا دولھن کو گھر مین بیاہ لائے۔ پھر دولھن کے ساتھ سسرال گئے۔ اور چوتھی کے رسوم بجا لائے گئے۔ زنانے مین عورتون نے چھیڑا۔ بنایا۔ ستایا۔ دلگیان کین۔ پھبتیان کہین۔ ان سب باتون کو بھی گوارا کیا۔ دولھن سے دل کے خوش بھی ہوے کیونکہ نک سُک سے درست ہی نہین حسینہ وجمیلہ ذہین وطباع۔ اور بہت ہی سمجھدار اور تمیزدار ہے۔ مگر وہ خوشی گھڑی بھر کے لیے تھی۔ بی فیروزہ یاد آئین اور فکر مین پڑ گئے۔ اور یہ حالت ہے کہ عفت آرا ان کی صورت دیکھ رہی ہے اور یہ بی فیروزہ جان کے رخ زیبا پر نظر بازیان کر رہے ہین۔ جب دیکھیے دریاے فکر مین غوطہ زن ہین۔ دولھن ایک غیر معمولی درجے کی متین وشائستہ۔ اور صاحب عقل وہوش لڑکی تھی۔ وہ بغیر اِس کے کہ اُن کی اس حالت پر اظہار حیرت کرے یا اُس کے چشم وجبین سے کسی طرح کے آثار ناراضی ظاہر ہون کئی دن تک خاموشی کے ساتھ دولھا کی طبیعت وحالت کا اندازہ کرتی رہی۔ اور دل ہی دل مین سوچتی تھی کہ یہ کیا بات ہے جو میان ہر وقت ایک فکر مین رہا کرتے ہین۔ آخر اُنھین

سوتیج کہ بات کا ہے؟"

اس حالت کو دس پندرہ روز گزر گئے۔ مرزا مسعود تو اسی طرح کبھی دریائے فکر مین غرق رہتے ہین اور کبھی ذرا بشاش اور عفت آرا کی یہ حالت ہے کہ جیسے اپنی جستجو مین کسی قدر کامیاب ہوئی ہے۔ اور اُسی کی وجہ سے کسی وقت پریشان ہوتی ہے اور کسی وقت بشاش۔ ایک صبح کو سوتے سوتے مرزا مسعود کی آنکھ کھلی تو ایک جمائی لی۔ آنکھین ملتے ہوے اُٹھ بیٹھے اور دولھن سے کہا "ایک گلوری تو بنا دینا"

عفت آرا "اے تو نہ منھ دھویا نہ کلی کی اور پان کھا لوگے؟"

مسعود "ہان اُٹھتا ہون تم گلوری تو بناؤ"

عفت آرا "بنانے کو تو بنا ہی دون گی۔ مگر ایک شرط ہے؟"

مرزا مسعود نے دولھن کی زبان سے پہلے پہل اس قسم کا فقرہ سنا تھا حیرت سے اُس کی طرف دیکھا اور کہا "کون سی شرط؟"

عفت آرا "پہلے اقرار کرو کہ جو کچھ پوچھون گی بتا دوگے"

مسعود۔ (ذرا تامل کے بعد) "ہان معلوم ہوگا تو بتا دون گا"

عفت آرا "تو مین پوچھتی ہون یہ بی فیروزہ کون ہین جن کی تمھین ہر وقت فکر رہا کرتی ہے؟"

بی بی کی زبان سے فیروزہ کا نام سنتے ہی مرزا مسعود پہلے تو چونک پڑے اور پھر مبہوت و حیرت زدہ رہ گئے۔ کئی منٹ تک خوف زدگی کی نگاہون سے دولھن کی صورت دیکھتے رہے۔ اور آخر بڑی دشواریون اور بڑی دقتون سے حواس درست کر کے بولے "مگر سچ سچ بتاؤ کہ تمھین یہ کیونکر معلوم ہوا؟"

عفت آرا "خود تم سے تمھاری صورت سے تمھاری وضع و حالت سے بھلا کہین ایسی باتین چھپائے سے چھپتی ہین؟"

مسعود "مانا کہ میری پریشانی و فکرمندی سے تمھین اس کی خبر ہو گئی کہ مجھے کسی کا خیال رہتا ہے۔ مگر فیروزہ کا نام کیونکر معلوم ہوا؟"

عفت آرا "یہ ایک راز ہے جسے نہین بتاؤن گی۔ اور نہ میرے بتانے سے تمھاری سمجھ مین آئے گا۔ تم یون سمجھو کہ میری ایک مسلمان اُستانی نے مجھے ایک

ایسا عمل تبا دیا ہے جس کے ذریعہ سے مین کبھی کبھی ایسی باتین معلوم کر لیا کرتی ہون"

مرزا مسعود نے اگرچہ تعلیم نئی پائی تھی مگر خاندانی اثر اور اپنی طبعی روحانیت کی بدولت مذاق پرانا تھا۔ سحر و عمل کے قائل تھے۔ اور اس مین شک نہ تھا کہ بعض ایسے روحانی موکل ہوا کرتے ہین جو انسانون کے تابع ہو جاتے ہین۔ اور اُن کے ذریعہ سے لوگون کو غیب کی باتین معلوم ہو جایا کرتی ہین یا وہ غیر ملک کی چیزین اور بے موسم کے میوے منگوا دیا کرتے ہین یقین آ گیا کہ عفت آرا کو کوئی علوی یا سفلی عمل ضرور معلوم ہے۔ اس خیال کا یہ نتیجہ ہوا کہ بجاے اس کے کہ نئی دولھن سے مانوس ہون اور اُس کی محبت دل مین جگہ کرے اُس سے ڈرنے اور وحشت کھانے لگے۔

اب وہ سہمگین آنکھون سے عفت آرا کی صورت دیکھ رہے تھے کہ اُس نے کہا "تم نے بتایا نہین کہ یہ بی فیروزہ کون ہین؟ اور تم سے اُن سے کیا تعلق ہے؟"

مسعود: "جب تمھین خود ہی معلوم ہو گیا تو مجھے چھپانے کی کیا ضرورت ہے؟ اصل یہ ہے کہ مین اپنے بعض احباب کے ساتھ کئی رنڈیون کے پاس آیا جایا کرتا ہون۔ اس کے ساتھ یہ بھی کہہ دون کہ مجھے کسی عورت سے کسی قسم کا ناجائز تعلق نہین۔ اور نہ مین آج تک کبھی زناکاری مین مبتلا ہوا ہون لیکن محض تفنن طبع کے لیے اکثر ایسی صحبتون مین چلا جاتا ہون اُنھین عورتون مین سے ایک حسینہ کا نام فیروزہ ہے۔ جس کی طرف میرا دل مائل ہو گیا ہے اور اکثر اوقات اُس کی صورت میرے پیش نظر رہتی ہے۔ مگر مین تم سے سچ کہتا ہون کہ آج تک میرے دامن مین بدکاری کا دھبہ نہین لگا۔ اور سوا اس کے کہ بہ شوق آنکھون سے اُس کی صورت زیبا دیکھ لی ہو اور کسی بات کا گنہگار نہین"

عفت آرا: "ہان مجھے معلوم ہے کہ تم اپنے دوست محمود علی اور حامد حسین کے ساتھ فیروزہ کے وہان جایا کرتے ہو۔ اور خود تم کو اس سے کوئی تعلق نہین"

یہ جواب سن کے مرزا مسعود سکتے رہے سے ہوش اور بھی جاتے رہے اور گھبرا کے نئی بیاہی دولھن کی بھولی صورت دیکھ رہے تھے کہ عفت آرا نے خود ہی ڈھارس بندھانے کی کوشش شروع کی اور کہا مین خوش ہون کہ تم نے مجھ سے سچ سچ کہہ دیا۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی کہے دیتی ہون کہ مجھے کسی بات کا ملال نہین سیا عورتون کا طریقہ

ہے کہ ایسی باتین سُن کے بگڑ جاتی ہین۔ اور اُن کے دل مین حسد اور جلاپے کی آگ بھڑک اُٹھتی ہے مگر مین اور مزاج کی عورت ہون اور تم سے سچ کہتی ہون کہ تمھاری اس راست بیانی اور سادہ مزاجی سے مین بے انتہا خوش ہوئی۔ اور تمھاری محبت میرے دل مین ایک کی جگہ دس گنی ہو گئی۔"

یہ الفاظ سن کے جن سے ناصحانہ اطمینان ظاہر ہوتا تھا مرزا مسعود نے دل مین کہا "مجھے تو عجیب و غریب بی بی ملی جو ولی کامل ہونے کے ساتھ ناصح مشفق بھی ہے۔ سمجھ مین نہین آتا کہ نباہ کیونکر ہو گا۔ کیونکہ یہ بیوی کاہے کو میری اتالیق ٹھہرین۔ اور اتالیق بھی وہ جو غیب کی باتین جان جاتا ہو۔ اور جس کی صورت دیکھ کے ڈر معلوم ہو۔"

ادھر عفت آرا نے پیش خدمت کو آواز دی کہ "سلفچی آفتابہ لا کے مُنھ دُھلاؤ"۔ اور خود پاندان کھول کے گلوری بنانے لگی مرزا مسعود نے منھ دُھویا۔ اور تولیا سے منھ پونچھتے ہوے کہا "آخر تمھین غیب کی باتین کیونکر معلوم ہوتی ہین؟ یہ کوئی عمل کا طریقہ ہے یا کوئی موکل تمھارے قبضے مین ہے؟"

عفت آرا۔ (مسکرا کے) "ہان کچھ ایسا ہی ہے۔ تم اُسے موکل ہی سمجھ لو۔ مگر مجھے اُس موکل سے بڑی محبت ہے۔"

مرزا مسعود۔ "تم جادو تو نہین کرتین؟"

عفت آرا۔ "نہین تو یہ بھلا جادو مسلمان کا کام ہے؟"

مرزا مسعود۔ "جو جادو نہین ہے تو یہ عمل مجھے بھی بتا دو؟"

عفت آرا۔ "مین تو بڑی خوشی سے بتا دیتی۔ اور تم سے بڑھ کے کون تھا جسے بتاتی؟ مگر اس مین یہ ہنر ایسا ہی کہ سوا عورتون کے مردون سے ہو ہی نہین سکتا۔"

مرزا مسعود۔ "وہ کون سا ہنر ہے جو مردون سے نہین ہو سکتا؟"

عفت آرا۔ "اب تم سے یہ ہو گا کہ عورتون کی طرح گھر سے قدم باہر نہ نکالو؟ ہم عورتون کا یہ کام ہے۔ مگر مردون سے تو یہ شاید کسی طرح نہ ہو سکے گا۔"

مرزا مسعود۔ "ہان یہ تو غیر ممکن ہے۔ اچھا اس کے سوا اور بھی کسی بات کا پرہیز ہے؟"

عفت آرا۔ "جب تم اس پہلی ہی بات کی حامی نہین بھر سکتے تو اور باتون کے

پوچھنے سے حاصل؟"
مرزا مسعود "مین نے مان لیا کہ مجھ سے نہ ہو سکے گا۔ یا کم سے کم ابھی غیر ممکن ہے۔ مگر معلوم تو ہو جائے کہ اس کمال کے حاصل کرنے کے لیے کیا باتین درکار ہین؟ شاید مین آیندہ کسی زمانے مین اس کے سیکھنے کے قابل ہو جاؤن۔"
عفت آرا۔ (ہنس کے) "تو تم کبھی پردے مین بیٹھ سکو گے؟"
مرزا مسعود "ضرور کوشش کرون گا۔ بلکہ جان توڑ کے محنت کرون گا۔ مین دھنی آدمی ہون۔ اور جو کام کرنا چاہتا ہون کر کے چھوڑتا ہون۔ دس پانچ سال مین اتنا روپیہ پیدا کر لون گا کہ اطمینان سے بیٹھ کے زندگی بھر کھا سکون۔ اور گھر سے قدم باہر نکالنے کی ضرورت ہی نہ باقی رہے۔"
عفت آرا۔ (حیرت سے) "اور اپنے سب دوستون کو طلاق دے دوگے؟"
مرزا مسعود "یہ کون بڑی بات ہے؟"
عفت آرا "اور فیروزہ کو بھی؟"
مسعود "اُس کا خیال بھی بھولتے بھولتے بھول ہی جائے گا۔ مگر تم بتاؤ کہ اور کن کن باتون سے پرہیز کرنے کی ضرورت ہے؟"
عفت آرا "مین تم کو ایک اصول کی بات بتا دون۔ عمل ایک روحانی چیز ہے اس لیے چاہے وہ کسی قسم کا اور کوئی ہو اُسی وقت حاصل ہو سکتا ہے۔ جب انسان اپنی روح کو قوی کرے۔ اور جسمانی خواہشون کو مارے۔ ہر قسم کی اخلاقی برائیان اس کا اثر باطل کر دیتی ہین۔ تم نے کسی بُرے کام کا ارادہ کیا۔ اور ساری محنت تشریف لے گئی۔ تم نے کسی عورت کو بُری نگاہ سے دیکھا اور گئے گذرے ہوے۔ کسی گناہ کا خیال تمھارے دل مین آیا جانو کہ تمھارا موکل تمھارے قبضہ سے باہر ہے۔ اسی وجہ سے عمل کی قابلیت مردون کے مقابل عورتون مین زیادہ ہوتی ہے۔"
مسعود "جناب رسالت مآب صلعم نے تو یہ فرمایا تھا کہ دوزخ مین آپ نے زیادہ تر عورتون ہی کو پایا۔ اور تم کہتی ہو کہ مرد عورتون سے زیادہ گنہگار ہوتے ہین۔"
عفت آرا "(ہنس کے) "ہمارے حضرت سے پہلے ایسا ہی تھا۔ مگر اس حدیث کا یہ اثر ہوا کہ مرد تو بے خوف ہو کے ہر قسم کے گناہ کرنے لگے اور عورتون نے ڈر کے پرہیزگاری

اختیار کرلی۔ ظہور اسلام کے بعد مجھے یقین ہے کہ دوزخ میں مرد عورتوں سے زیادہ جانے لگے ہوں گے"

مرزا مسعود سے اس کا کچھ جواب نہ بن پڑا ہنس پڑے اور خفیف ہو کے ندامت سے بولے "واللہ مانتا ہوں۔ تم نے بات خوب نکالی۔ اور یہ بالکل نیا اور اچھوتا خیال ہے" پھر ملنے کے طریقے سے کہنے لگے "اچھا میں تمام شرطیں بجا لاؤں اور ہر طرح کا پرہیز کر سکوں تب تو تم مجھے یہ عمل بتا دو گی؟"

عفت آرا "فوراً تمہارے لیے مجھے کسی بات میں بخل نہ ہوگا۔ اور چاہے تمہیں یقین آئے یا نہ آئے مگر مجھے تمہارے لیے اپنی جان تک کھپا دینے میں دریغ نہ ہوگا"۔

اس کے بعد مرزا مسعود ناشتہ کر کے باہر گئے۔ اور عفت آرا گھر گرہستی کے کاموں میں مشغول ہو گئی۔

تیسرا باب

دہشت زدہ شوہر

گھر سے نکلتے ہی مرزا مسعود نے اپنے دوست حامد حسین کے گھر کی راہ لی۔ مگر راستہ بھر بیوی کی غیب دانی کا خوف پیش نظر تھا۔ قدم اٹھاتے جاتے تھے اور دل میں آپ ہی آپ کہتے جاتے تھے "لوگ کہتے ہیں کہ شادی کے ہوتے ہی انسان کے پاؤں میں زنجیریں پڑ جاتی ہیں۔ مگر اس شادی نے جو زنجیریں میرے پاؤں میں ڈالی ہیں وہ قیامت کی ہیں۔ کسی کو ایسی قید نہ نصیب ہوئی ہوگی۔ جیسی کہ میری قسمت میں تھی۔ کہیں جاتا ہوں تو خوف لگا رہتا ہے کہ بی بی کو معلوم ہو جائے گا کسی سے ملتا ہوں تو اس کا دھڑکا لگا رہتا ہے کہ گھر والی کو خبر ہو جائے گی۔ جورو کاہے کو کراماً کاتبین کی رپورٹ ہے؟"

اسی طرح کی باتوں میں غلطاں و پیچاں حامد حسین کے گھر پہنچے۔ اور آواز دی حامد حسین آواز سنتے ہی باہر نکل آئے۔ اور صورت دیکھتے ہی بولے "اخاہ! بھئی مرزا مسعود ہیں؟ یہ کئی دن سے تھے کہاں؟ بی فیروزہ جان بھی کئی دفعہ پوچھ چکی ہیں شادی ہوتے ہی کیا سب کو بھول گئے؟"

مسعود "یہ کئی دن سے آنے کا قصد کر رہا تھا۔ مگر کیا کہوں فرصت ہی نہیں ملی"۔

حامد حسین "فرصت! تمھین کام ہی کون سا ہے؟ کیا اب رات دن ہر وقت بیوی ہی کے پاس بیٹھے رہتے ہو؟ شادیان سب کی ہوتی ہین۔ مگر کسی کو تمھاری طرح جورو کا مرید ہو جاتے نہین دیکھا"

مسعود۔ (ذرا فکر و تردد کے بعد) "مین آج کل عجب چکر مین پڑا ہون"

حامد حسین "کیون؟ خیریت تو ہے؟ مگر تم اپنی خلقت کو کیا کرو؟ خدا نے کوئی اور فکر نہین دی ہے تو اپنے لیے آپ ہی فکرین پیدا کر لیا کرتے ہو"

مسعود "تم کیا جانو مین ان دنون سخت فکرون مین مبتلا ہون۔ کیا بتاؤن کہ مجھ پہ کیا گزر رہی ہے۔ اور کیسی مصیبت آن پڑی ہے۔ بس بعینہ جال مین پھنسا ہوا طائر ہون جو پھڑ پھڑا پھڑ پھڑا کے رہ جاتا ہے۔ اور کچھ زور نہین چلتا"

حامد حسین "آخر دشمنون کو کون سی فکر ہے؟ خدا نے گھر مین بہت کچھ دیا ہے بچون کی فکر نہین۔ جورو ہے تو اُس کی روٹی کپڑے کا بار بھی تمھارے سر نہین فقط امتحان کی فکر مگر اس کے لیے بھی کوئی جلدی نہین پڑی ہے۔ اور کون سی فکر ہو سکتی ہے؟ مگر تمھاری عادت ہی کچھ ایسی ہے کہ سو طرح کی فکرین مول لے لیا کرتے ہو"

مسعود "تم اپنی ہی گائے جاتے ہو تمھین کیا خبر کہ مین کن جھگڑون مین پھنسا ہوا ہون"

حامد حسین "آخر کچھ معلوم بھی تو ہو؟"

مسعود "مجھے تو ایسا نظر آتا ہے کہ دوستون سے ملنا جلنا درکنار اب میرا گھر سے نکلنا بھی موقوف ہوا چاہتا ہے۔ اور باہر نکلا بھی تو کیا یہان بھی اسیر و پابزنجیر ہون۔ گویا قیدخانہ میرے ساتھ ہے اور جہان جاتا ہون ساتھ جاتا ہے"

حامد حسین (قہقہہ لگا کے) "خوب۔ تو یہ کہیے کہ بیگم صاحبہ نے منا ہی کر دی ہے اور یہان بھی انکی ہیبت دل پر چھائی ہوئی ہے وہ نہین چاہتین کہ ایک لحظہ کے لیے بھی آپ ان کے پہلو سے جدا ہون۔ یا اپنے کسی پرانے دوست سے ملین۔ ہان صاحب۔ کیون نہ ہو۔ اب ان کی حکومت ہے۔ جیسا حکم چاہین جاری کرین"

مسعود "مین جھوٹ نہ کہون گا انھون نے باہر نکلنے کو منع کیا ہے۔ اور نہ کہین آنے جانے سے روکتی ہین مگر پھر بھی کوئی ایسی بات ہے۔ کہ خود بخود میرے پاؤن مین بیڑیان پڑی ہوئی ہین اور ایسی بیڑیان جو نہ توڑے ٹوٹتی ہین نہ کاٹے کٹتی ہین۔

حامد حسین ۔ "آخر کیون؟ کچھ بتاؤ گے بھی؟"

مسعود ۔ "کیا کہون؟ وہ کہنے کی بات ہی نہین ہے۔ مگر مجھ سے تو چھپاتے بھی نہین بنتی سچ یہ ہے کہ مجھے اُن سے ڈر معلوم ہوتا ہے۔"

حامد حسین ۔ (بڑی زور سے ہنس کے) "کس سے؟ جورو سے؟ ماشاء اللہ!۔ شاید تم نے مزے مین آ کے اپنی سب باتین اُن سے کہدی ہون گی۔ اور اب وہ دھمکیان دیتی ہون گی کہ تم نے ذرا بھی چون کی اور مین نے تمھارا کچا چٹھا کھول دیا؟ کیون ہے نہ؟"

مسعود ۔ "نہین مجھ سے قسم لے لو جو مین نے کبھی ایک حرف اپنی زبان سے نکالا ہو لیکن جب انھین بے بتائے خبر ہو جاتی ہے تو کیا کرون؟"

حامد حسین ۔ "بے بتائے خبر ہوجانے کی ایک ہی ہوئی۔ اِس قدر لکھ پڑھ کے اور دنیا کا اتنا تجربہ اٹھانے کے بعد تم ایسی بات زبان سے نکالتے ہو! اُن کا کوئی عزیز گھیدون کی طرح تمھارے پیچھے لگا ہوگا۔ اور تمھاری سب باتون کی انھین خبر کردیا کرتا ہوگا۔"

مسعود ۔ "شاید مگر ظاہر مین تو ایسا کوئی شخص نہین معلوم ہوتا۔"

حامد حسین ۔ "اچھا مجھے بتاؤ تو سہی کہ تمھاری کون سی باتین انھین معلوم ہوگئین؟"

مسعود ۔ "حیرت کی تو یہ بات ہے کہ انھین بعض ایسی باتون کی اطلاع ہوگئی جن کی کسی کو کانون کان خبر نہین۔ یہان تک کہ تم بھی نہین جانتے۔ اگر وہ اتنا ہی کہتین کہ مین فیروزہ جان کے یہان جاتا ہون اور بھالے اور محمود علی کے ساتھ جایا کرتا ہون تو خیال کرتا کہ کسی نے مخبری کی ہوگی۔ مگر انھین تو دل کی حالت معلوم ہوگئی۔ جس کو مین نے کبھی کسی پر ظاہر ہی نہین کیا تھا۔"

حامد حسین ۔ "وہ کون سی بات ہے؟"

مسعود ۔ "تم اسی قدر جانتے ہوگے کہ فیروزہ جان کو مجھ سے محبت ہے۔ وہ مجھے اپنے دام مین پھانسنا چاہتی ہین۔ اور مجھے اُن سے کسی قسم کا انس نہین۔ جتنا زیادہ وہ کھنچتی ہین اسی قدر مین اپنی طرف کھنچتا ہون ہے کہ نہین؟"

حامد حسین ۔ "بے شک ہے!"

مسعود "لیکن اسے کوئی نہین جانتا کہ فیروزہ کی اداؤن کا میرے دل پر اثر پڑ گیا ہے۔ اور اُس سے بدرجہا زیادہ مین اُس پر فریفتہ ہون۔ جب تنہا ہوتا ہون اس کا خیال پیش نظر رہتا ہی۔ اور اُس کی صورت زیبا پڑھنا لکھنا۔ اور دنیا کے سارے کاروبار بھلا دیتی ہی۔ مگر مین نے دلی جوش کو آج تک ایسی وضعداری سے نباہا ہے کہ نہ خود فیروزہ کو محسوس ہونے پایا۔ اور نہ کسی دوست کو اس کا وہم و گمان بھی ہو سکا"

حامد حسین "یہ تو تم نے آج ہی بتایا۔ واللہ مجھے اس کی خبر نہ تھی۔ مین تو یہی جانتا تھا کہ تمھارا جیسا برتاؤ اور سب پریوشون کے ساتھ رہا کیا۔ ویسا ہی فیروزہ کے ساتھ بھی ہی"

مسعود "تمھین معلوم کیسے ہو سکتا تھا جب مین کہتا بھی اپنی وضع و حالت سے بھی کبھی ظاہر کیا ہوتا تو تم جانتے۔ مین نے تو کبھی اس کی بھنک بھی نہین آنے دی۔ مگر اب یہ حیرت کی بات ہے یا نہین کہ بی بی کو اس کی خبر ہو گئی"

حامد حسین "مین نہ مانون گا۔ تمھاری زبان سے کوئی نہ کوئی لفظ نکل گیا ہوگا جس سے وہ پہچان گئی ہون گی"

مسعود "لفظ کیسا ایک حرف نہین۔ اور فرض کرو کہ میری کسی وقت کی فکر سے اُن کو اس کا شبہہ ہو سکتا ہو کہ میرا دل کسی طرف مائل ہے۔ مگر انھین تو بے بتائے یہ سب باتین معلوم ہو گئین کہ مین فیروزہ جان پر عاشق ہون اور تم دونون دوستون کے ساتھ اس کے وہان جاتا ہون"

حامد حسین "یہ تو مین ماننے سے رہا کہ تمھاری ننھی الھڑ دولھن کو غیب کی باتین معلوم ہو جاتی ہین۔ سوا اس کے نہین کہ کسی ذریعہ سے یہ سب باتین ان کو معلوم ہو گئین۔ عام عورتون کی طرح انھون نے تم کو فیروزہ کا عاشق بتایا۔ اور تم اپنی سادگی سے سمجھ بیٹھے کہ انھین غیب کی خبر ہو جاتی ہے"

مسعود "تم چاہے مانو یا نہ مانو۔ مگر مجھے تو یقین ہے کہ انھین غیب کی باتین معلوم ہو جاتی ہین۔ اور یہ حالت ہے کہ کہین جاتا ہون تو ڈر لگا رہتا ہے کہ ان کو معلوم ہو جائے گا۔ اور اس کے بارے مین جواب طلب کرین گی تو کیا کہون گا؟"

حامد حسین "بھئی مین تو نہ مانون گا۔ اچھا فقط دو ایک باتون کے معلوم ہو جانے سے کیا ہوتا ہے؟ ممکن ہے کہ کسی خفیہ ذریعہ سے ان کو خبر ہو گئی ہو۔ ابھی اُن کی

غیب: "انی کو اچھی طرح آزما تو لو"

مسعود "آزمودہ را آزمودن جہل است"

حامد حسین "خیر میری خاطر سے سہی۔ دیکھوں آج کی باتیں بھی اُن کو معلوم ہو جاتی ہیں یا نہیں؟ چلو اس وقت فیروزہ جان کے وہاں چلیں یقین ہے کہ محمود علی بھی وہیں ہوں گے"

مسعود "چلو مگر سچ کہوں؟ مجھے وہاں جاتے ڈر معلوم ہوتا ہے۔ بی بی کو یقیناً خبر ہو جائے گی"

حامد حسین "کیسی باتیں کرتے ہو؟ اتنی انگریزی پڑھ جانے پر بھی اوہام! میں نے ایسا ضعیف الاعتقاد آدمی نہیں دیکھا۔ بھئی آج کی باتوں کو تمہاری بی بی جان جائیں تو قسم کھا کے کہتا ہوں کہ پانچ روپیہ کی مٹھائی کھلاؤں گا"

مسعود "خیر اب تمہیں اصرار ہے تو چلو" حامد حسین نے اندر جا کے اپنی گرنٹ کی شیروانی ڈانٹی۔ بگڑے وار ٹوپی بانکپن کے ساتھ سر پر رکھ کے الپین سے اٹکائی۔ اور دو گلوریاں لیے ہوئے باہر آئے۔ ایک مرزا مسعود کی نذر کی۔ اور دوسری خود اپنے کلے میں دبا کے بی بی فیروزہ جان کے مکان کی طرف روانہ ہوئے۔ پندرہ منٹ کا راستہ مسعود کی بی بی کی غیب دانی کے تذکرے اور باہمی رد و قدح میں کٹ گیا۔

ابھی صبح کے کوئی آٹھ بجے ہوں گے۔ فیروزہ جان نے منہ دھویا تھا کنگھی چوٹی میں مشغول تھیں۔ اور زلف شبگوں کو رخ تاباں پر پھیلا کے کنگھی سے برابر کر کے مانگ نکال رہی تھیں کہ یہ دونوں جا پہونچے۔ ادھر کاکل پیچاں کے ابر سے اُن کا چاند سا چہرہ نکلا۔ اور اُدھر میاں مسعود کھٹ کھٹ زینے پر چڑھ کے سامنے برآمد ہوئے۔ فیروزہ جان اس وقت کی سادگی میں اگر کوہ قاف کی پری بنی ہوئی تھیں تو مسعود پر آج کل نوعروسی کا جوبن تھا۔ دونوں کے دلوں نے ایک خاص انجذاب و کشش کو محسوس کیا مگر دونوں ضابط اور مستقل مزاج تھے۔ اندر ہی اندر مزے لوٹ کے رہ گئے زبان سے ایک لفظ بھی نہ نکلا۔

فیروزہ جان نے مسعود کی صورت دیکھتے ہی حامد حسین سے کہا "اجی ہے! ان بچارے کو کیوں تکلیف دی؟ یہاں تک آئے ہیں ادھر تو لوگوں کے پاؤں کی مہندی گھس گئی ہوگی۔ اور اُدھر دم بھر میں بی بی بیٹھے بیٹھے گھٹ گئی ہوں گی"

حامد حسین "جو کچھ ہو مگر ڈرتے ڈرتے آئے ہیں"

فیروزہ "ڈرنے کی بات ہی ہے (ایک ٹھنڈی سانس لے کے) کہو بی بی تو اچھی ہیں؟"
حامد حسین "اچھی نہ ہوتیں تو انھیں اپنے پرانے دوستوں کی صورت سے نفرت کیوں ہو جاتی؟"
مسعود "ملنے کے لیے محمود علی نہیں ہیں؟ میں سمجھتا تھا کہ وہ یہاں موجود ہوں گے۔"
فیروزہ "کیسے آپ یہاں محمود علی سے ملنے کو آئے ہیں؟ خیر کسی بہانے سہی صورت تو دکھائی!"
حامد حسین "نہیں ہیں تو آتے ہوں گے۔ کوئی جلدی پڑی ہے؟"
فیروزہ۔ (چوٹی گوندھتے ہوئے) "جلدی ہو تو بلا بھیجوں؟"

فیروزہ جان کے ان طعنے بھرے فقروں نے مسعود کے دل میں بھی ذرا گدگدی پیدا کی۔ بولے "میں نے کہا تمھیں تو کنگھی چوٹی سے فرصت نہیں ہوتی تو پھر انھیں سے باتیں کرتا۔"

فیروزہ (ہنس کے) "ادئی! آج تو مجھ غریب پر بڑی مہربانیاں ہیں۔ یا تو یہ حالت تھی کہ ادھر میں پاس آکے بیٹھی اور ادھر دشمنوں کو ہول دل کا عارضہ ہو گیا۔ یا آج جو میں ذرا دور بیٹھی ہوں تو شکایت ہو رہی ہے!" چوٹی گندھ چکی تھی۔ تولیے سے منہ پونچھ کے بی فیروزہ اٹھلاتی ہوئی ایک ناز و انداز سے اٹھیں۔ اور مسکراتی ہوئی پاس آکے مسعود کے زانو سے زانو بھڑا کے بیٹھ گئیں۔ اور بولیں "بس!"

مسعود (گھبرا کے اور وحشت کھا کے) "نہیں۔ اتنی قربت نہیں اچھی۔ میں واللہ پریوں کے سایے سے بھاگتا ہوں۔ ذرا ادھر ہٹ کے بیٹھو۔"

حامد حسین "ایں اوہ! یا وہ آن شوراشوری یا یہ بے نمکی!"

مسعود کی یہ حرکت فیروزہ کے دل پر تیر کی طرح لگی۔ مگر ہوشیار عورت تھی ضبط کیا۔ اور ذرا پیچھے کھسک کے بولی "بس اب تو وحشت نہ ہوگی؟ میں ہر طرح راضی ہوں۔ بشرطیکہ آکے اپنی صورت دکھا جایا کرو۔"

ان باتوں نے مرزا مسعود کے دل پر بے انتہا اثر کیا۔ فیروزہ کے ساتھ جو بے رخی کی تھی اس پر بہت پچھتائے۔ اور دل میں کہا "یہاں ٹھہرنا اندیشے سے خالی نہیں۔ مجھ میں عجیب طرح کی الکٹرسٹی پیدا ہو گئی ہے جس کی دونوں متضاد قوتیں باہم لڑ رہی ہیں۔ ایک طرف فیروزہ کی محبت جوش مارتی ہے۔ اور دوسری طرف بی بی کا ڈر سہمائے دیتا ہے۔ خدا جانے میری زبان سے کیا نکل جائے۔ اور پھر میں جا کے اس کا جواب دینا

پڑے" یہ خیال آتے ہی مسعود نے کہا "بھئی اِس وقت مجھے وحشت ہو رہی ہے۔ شہر کا ایک چکر لگاتا ہوا گھر جاؤن گا (فیروزہ سے) خدا حافظ اگر موقع ہوا تو کل آؤن گا"
فیروزہ۔ (تعجب سے) "یا وحشت! میرا بیٹھنا ناگوار ہو تو اُٹھ جاؤن؟"
مسعود "مجھے زیادہ شرمندہ نہ کرو۔ اپنے دل کی حالت مین تم سے بیان نہین کر سکتا۔ بس اب اِس وقت مجھے جانے ہی دو" یہ کہہ کے بلا انتظار جواب اٹھ کھڑے ہوے حامد حسین روکتے ہی رہے۔ مگر وہ بوٹ پہن کے کمرے سے نیچے اُترے۔ اور یہ جا وہ جا۔

چوتھا باب

خطرناک سازش

مرزا مسعود کے چلے جانے کے بعد فیروزہ کی صحبت مین کچھ دیر تک سناٹا سا رہا۔ حامد حسین بھی دم بخود تھے۔ اور وہ بھی حیرت زدہ تھی۔ چند لمحون کے بعد فیروزہ نے زبان کھولی۔ اور کہا "اے حامد حسین۔ مجھ سے وہ نگوڑی کون سی ایسی خطا ہوئی تھی جس پر بیٹھے بیٹھے بگڑ کے چلے گئے؟ آخر ناراضی کی کوئی وجہ بھی؟ مین پاس آئی بھی تو اُن کے بلانے سے! ع بات بھی مین نے کی تو دور سے کی!"
حامد حسین "تم نہین جانتین۔ کل سے اُن کے دل کی حالت ہی عجیب ہو رہی ہے"
فیروزہ "میری سمجھ مین تو بس اسی قدر آتا ہے کہ ان کے دل مین جم گئی ہے کہ مجھے ان سے محبت ہے۔ بس اسی پر اتراتے اور نخرے کرتے ہین اس کے سوا اور کیا بات ہو سکتی ہے"
حامد حسین "یہ نہین۔ تم غلطی پر ہو"
فیروزہ "تو پھر دشمنون کا دماغ اُلٹ گیا ہے۔ کچھ علاج کرنا چاہیئے۔ اور دو چار روز یہی کیفیت رہی تو اچھا خاصہ سودا ہو جائے گا"
حامد حسین "ہان اس کا اندیشہ مجھے بھی ہے۔ تمھارا یہ خیال کہ یہ تمھاری صورت سے بھاگتے ہین بالکل بیجا و بے اصل ہے صحیح پوچھتی ہو تو یہ تمھاری صورت پر فریفتہ دل و جان سے عاشق اور نہایت ہی بیتاب و بیقرار ہو رہے ہین"
فیروزہ۔ (ہنس کے) "لے اب مجھے زیادہ بناؤ نہین۔ مجھ سے ذرا بھی محبت ہوتی تو یہی حالت ہوتی؟ یون اُٹھ کے بھاگ جاتے؟ اچھا عشق اور اچھی فریفتگی ہے کہ پاس

بیٹھنے کے بھی روادار نہین "۔

حامد حسین "مین جب بیان کرون گا تو تم خود ہی مان لوگی۔ فقط لاعلمی کی وجہ سے تم ابھی نہین مانتین۔ مجھ سے تو آج خود ہی انھون نے ساری کیفیت بیان کر دی "۔

فیروزہ " وہ کیفیت مین بھی تو سنون "۔

حامد حسین " اُنھین دعوی ہی کہ اپنی طبیعت پر پورا قابو رکھتے ہین۔ اور آج مجھے بھی یقین آگیا کہ اپنے دعوے مین سچے ہین۔ کیونکہ نہ تمھین خبر ہی اور نہ اِن کے دوستون مین کسی کو اطلاع ہی کہ یہ تم پر عاشق اور تمھارے لیے دیوانے ہو رہے ہین۔ بلکہ اِس کے برخلاف سب کا یہ خیال تھا کہ تم اِن کو چاہتی ہو اور یہ تمھاری صورت سے بھاگتے ہین۔ جیسا کہ اور سب رنڈیون کے وہان ہوتا رہا۔ تم تو جانتی ہو کہ یہ جس رنڈی کے وہان گئے۔ اِن پر مائل ہو گئی۔ مگر یہ سب سے الگ ہی الگ رہے۔ ویسا ہی خیال ہم سب کا تمھارے یہان کی آمد و رفت مین بھی تھا۔ مگر آج یہ میرے سامنے کھُلے کہ تم پر سب سے زیادہ فریفتہ ہو رہے ہین ـــــــــ"

فیروزہ " تو تھوڑی ہی فریفتگی ایسی ہی ہوتی ہی کہ مین پاس آتی تو اُٹھ کے بھاگے ؟"

حامد حسین " پہلے پوری بات تو سُن لو۔ اتفاق سے اس کا حال اِن کی نئی دولھن کو معلوم ہو گیا۔ مگر وہ مجھے بڑی چالاک لڑکی معلوم ہوتی ہے اُس نے اپنی واقفیت کو اِن پر اس طرح ظاہر کیا کہ انھین یقین ہو گیا ہے اسے علم غیب حاصل ہے۔ اور اِن کی ہر بات کو جان جاتی ہی۔ بس ہر وقت اُسی کا دھڑکا لگا رہتا ہے۔ اور اِس وقت جو اُٹھ کے بھاگے یہ بھی اسی وحشت کا اثر تھا "۔

فیروزہ " تو تمھین یہ حال کیونکر معلوم ہوا ؟"

حامد حسین " ابھی خود انھین نے بیان کیا۔ بی بی کی غیب دانی کا ثبوت دینے ہی کے لیے تو انھون نے مجھے یہ بھی بتایا کہ تم پر عاشق ہین۔ ورنہ بھلا یہ بتلاتے ؟ قیامت تک تو کسی کو خبر نہ ہوتی۔ یہ بڑے گہرے آدمی ہین "۔

فیروزہ " مگر اِن کی بی بی کو کیونکر معلوم ہو گیا کہ اِن کی یہان آمد و رفت ہی ؟"

حامد حسین " اتنا ہی نہین اُس ظالم کو تو اُس کی بھی خبر ہو گئی کہ میرے اور محمود علی کے ساتھ آتے جاتے ہین۔ انکا بیان ہی کہ خود انھون نے اس کے متعلق ایک لفظ بھی نہین کہا۔ واقعی حیرت کی بات ہی۔ اور اسی وجہ سے یہ اُس کی ولایت کے قائل ہو گئے۔ مین سمجھتا ہون کہ بی بی

اصیل یا اپنے کسی عزیز کے ذریعہ سے اُسے یہ باتیں معلوم ہو گئی ہوں گی۔"

فیروزہ "تو اتنا ہی معلوم ہوا کہ یہاں اُن کی آمد و رفت رہتی ہے۔ اُن کے دل کی کیفیت جس کی ہمیں بھی خبر نہیں اُسے کیونکر معلوم ہو گئی۔ اس میں کوئی بات ضرور ہے۔"

حامد حسین "سوا اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ کسی کے سامنے خود ہی کہہ گزرے ہوں گے انھیں تو اپنا وہ کہنا یاد نہ رہا۔ اور اُس کو خبر ـــــ"

ان باتوں کا سلسلہ جاری تھا کہ میاں محمود علی بھی آ گئے۔ جن کی صورت دیکھ کے بی فیروزہ جہاں نے کہا "بس تمھاری ہی کسر تھی؟"

محمود علی۔ (قریب بیٹھ کے) "کیوں؟"

حامد حسین "ابھی میرے ساتھ مرزا مسعود آئے تھے۔ اور تمھیں یاد کر رہے تھے۔"

محمود علی "اجی میں تو اُن کی صورت دیکھنے کا مشتاق تھا۔ جب سے شادی ہوئی ہے اُنھوں نے دوستوں کو صورت ہی نہیں دکھائی۔ تم نے جانے کیوں دیا؟"

فیروزہ "ان کے سر پر آج وحشت ہی ایسی سوار تھی کہ رسیاں تڑا رہے تھے۔ کس کی مجال تھی کہ اُن کو روکتا؟"

محمود علی "وحشت کیسی؟"

حامد حسین "تم نے کچھ اور بھی سنا؟ مسعود بی فیروزہ پر عاشق ہو گئے۔ اور ان کیلئے نہایت ہی بیقرار ہیں۔"

محمود علی "نہیں واللہ! (فیروزہ کی طرف دیکھ کے) واللہ مانتا ہوں بڑے منکر کو مارا۔ مگر بی صاحب اِس پر تم کو ناز کرنا چاہیے۔ جس پتھر پر بڑے بڑے جادو نگاہوں کا زور نہیں چلا تھا اُس میں تم نے جونک لگا دی! بھئی کمال کیا!"

فیروزہ "مگر ذرا اس عشق کی پوری کیفیت تو حامد حسین سے سُن لو۔"

محمود علی "وہ کیفیت کیا ہے؟"

حامد حسین نے اول سے آخر تک ساری سرگزشت بیان کر کے کہا "اب وہ عجب دو عملے میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ایک طرف تو فیروزہ جان کا عشق زور کرتا ہے دوسری طرف بی بی کا ڈر غالب ہے۔ نہ یہاں آتے بنتی ہے۔ اور نہ بے آئے رہا جاتا ہے۔"

محمود علی "یہ تو عجب واقعہ ہے۔ یہ غیب دان جورو کی بڑی ہیٹی ہوئی۔"

حامد حسین "اور غیب دانی کے ساتھ ہم سب کی دشمن ہو۔ اگر اس کا زور چلا تو

مرزا مسعود کو ہم سب سے چھڑا دے گی۔"
محمود علی:۔ "اجی اُس کی ایسی تیسی۔ ہم اِس نادان چھوکری ہی سے ہار گئے۔ تو واللہ کسی کو منھ نہ دکھائیں گے۔"
حامد حسین:۔ "کوئی ایسی تدبیر ہوتی کہ جس طرح وہ ہمارے دوست کو ہم سے چھڑانا چاہتی ہے ہم اُسے اس کے میاں سے چھڑا دیتے۔"
محمود علی:۔ "بیشک یہی ہونا چاہیے۔ اب ہمارا اُس کا مقابلہ ہے اور یہ تو بھئی ثواب کا کام ہے۔ اگر مسعود کے سچے دوست ہو تو اُسے اس ظالم لڑکی کے پھندے سے چھڑاؤ۔ گئو گھاٹ کے پاس ایک بڑا جادوگر رہتا ہے اُسے بلا لاؤں؟ بھئی اس کا ایسا حکمی منتر ہے کہ مجال کیا جو ٹ پڑے جورو کو میاں سے اور میاں کو جورو سے اس طرح چھڑا دیتا ہے کہ ایک کو دوسرے کی صورت سے نفرت اور دلی دشمنی ہو جاتی ہے۔"
حامد حسین:۔ "اجی سب سے بڑا چلتا ہوا جادو فیروزہ جان کے پاس ہے۔ اُن کی رسیلی آنکھوں اور لہراتی ہوئی زلفوں کا جادو مسعود پر ایسا چل چکا ہے کہ آج خود ہی قبول دیے۔
ع جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے۔"
فیروزہ:۔ (مسکرا کے) "اس جادو کا اثر تم نے آج ہی دیکھ لیا۔"
حامد حسین:۔ "اجی اس کا خیال نہ کرو جب تم اُن کے دل میں اثر کر چکی ہو تو جو چاہو کر لو گی۔"
محمود علی:۔ "بیشک کر لو گی۔ تمھیں اپنے حسن کی قدر نہیں۔ اب مسعود کی حالت سے تمھیں اپنے حسن کا اثر معلوم ہو گا۔ بس اب یہی ٹھہر جائے کہ ہم تینوں مل کے کوشش کریں کہ جس طرح بنے مسعود اور اُس کی جورو میں چھٹے۔ اور ایسی گتھی پڑے کہ قیامت تک سلجھنے کو نہ آئے۔"
حامد حسین:۔ "یہ نہ ہوا اور ہم اِس کم سن چھوکری سے ہار گئے تو ناک کٹوا ڈالیں گے۔"
محمود علی:۔ "مگر ہماری ساری کارروائیوں کا دارومدار (فیروزہ کی طرف اشارہ کر کے) ان بی صاحب پر ہے۔ اگر انھوں نے ساتھ دیا تو پھر ہم سے کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔"
حامد حسین:۔ "ساتھ نہ دیں گی تو نہ دیں گی۔ اس وقت مسعود کے اُٹھ جانے سے جیسی دل لگی اور تو ہین ان کی ہوئی ہے آج تک کسی حسین عورت کی نہ ہوئی ہو گی۔"
فیروزہ:۔ "ہاں بھئی میرے دل کو صدمہ تو ہوا۔ لہو کا گھونٹ پی کے رہ گئی۔"
محمود علی:۔ "تو ہمارا ساتھ دو گی نہ؟"

فیروزہ "پوری طرح۔ اور آخر تک۔ اب تو جس طرح بنے مجھے اُس چھوکری کو نیچا دکھانا ہی اگر
میرا زور چلا تو اُسے اس طرح جلا جلا کے ماروں گی کہ وہ بھی یاد کرے گی"
حامد حسین "تو فتح ہی۔ تم ساتھ دو اور فتح نہ ہو۔ اچھا تو اب سوچو کہ ہمیں کیا تدبیر کرنی چاہیے"
فیروزہ "آج ہم سب اِس معاملے میں غور کریں۔ اور کل رات کو مل کے تجویز کریں گے کہ کون سا طریقہ
اختیار کیا جائے" اس تجویز پر سب نے اتفاق کیا اور بات کل پر اُٹھ رہی۔

پانچواں باب

میاں بی بی کے علمی مشاغل

مرزا مسعود بی فیروزہ جان کے وہاں سے اٹھے تو شہر کے سارے باغوں کے صدقے ہوتے اور خدا جانے کن کن گلیوں کی خاک چھانتے ہوئے کوئی دو بجے گھر پہونچے۔ عفت آرا نے انتظار میں اس وقت تک کھانا نہیں کھایا تھا اِن کی شکل دیکھتے ہی اس کی صورت پر بحالی آگئی۔ لب لعلیں جو چند ہی گھنٹوں کے انتظار میں گلاب کی مرجھائی ہوئی پنکھڑیاں بن گئے تھے آناً فاناً میں تر و تازہ ہو کے لہلہا اُٹھے۔ اور جیسے ہی میاں نے کمرے کے اندر قدم رکھا اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور پوچھا "اتنی دیر کہاں لگی؟ باہر گئے تو باہر ہی کے ہو رہے گھر جیسے بھول گیا۔ اے دو بجنے کو آئے ہیں اس وقت تک نہ کھانا ہے نہ پانی ہے؟"
مسعود "تم نے کھا لیا؟"
عفت آرا "میں بھی کھا لونگی (محمدی خادمہ سے) اے محمدی جلدی دستر خوان بچھاؤ"
مسعود "ذرا ٹھہر جاؤ کہ ہاتھ منھ دھو لوں۔ بڑی دور دور کا چکر لگاتا ہوا آیا ہوں"
عفت آرا "سیر تفریح کو سب ہی جاتے ہیں۔ مگر صبح یا شام کو دوپہر کی دھوپ میں مارے مارے پھرتے اور دشمنوں کی جان ہلکان کرتے میں نے کسی کو نہیں دیکھا"
مسعود "مجھے کوئی کام کاج تو ہے نہیں گھر میں بیٹھے بیٹھے گھبرایا۔ اور وحشت ہوئی تو اٹھ کھڑا ہوا۔ تم میرا انتظار نہ کیا کرو۔ اور جب وقت آئے میں گھر میں ہوں یا نہ ہوں بے تکلف کھا لیا کرو"
عفت آرا "اے اس کا خیال نہ کرو مجھے جب بھوک لگے گی تو آپ ہی کھا لوں گی"
اب مرزا مسعود نے جا کے ہاتھ منھ دھویا۔ تولیے سے منھ پونچھ کے بیٹھے ہی تھے کہ

کہ محمدی نے دسترخوان بچھاکے کھانا چنا۔ اور دونوں دولھا دولھن ساتھ بیٹھ کے کھانے لگے۔ کھانے کے بعد مسعود نے تھوڑی دیر تک پلنگ پر لیٹ کے قانون کی ایک کتاب کے چند ورق دیکھے تھے کہ چار بج گئے۔ اُٹھ کے منھ دھویا۔ چاے پی۔ اور کپڑے پہن کے پھر سیر کو نکل کھڑے ہوئے۔ جس کو انھیں اپنے پرانے دوستوں کی صحبت میں ایسی وحشت ہوئی تھی کہ بجاے اس کے کہ اُن سے ملتے باغوں اور پُر فضا مقاموں کی سیر میں وحشت دل کو گونہ تسلی دی۔ اور آٹھ بجے رات سے پہلے ہی واپس آگئے۔

اب کھانے اور ضروری امور سے فراغت کر کے لیٹے ہین۔ عفت آرا ابھی پاندان کھولے ہوے پاس بیٹھی ہے۔ اور تسلی و دلدہی کی باتون مین میان کا دل بہلا رہی ہے ادھر اُدھر کی چند باتون کے بعد اُس نے کہا "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے تھین کوئی کام کرنے کو نہین ہے اور اسی وجہ سے تم کو اکثر پریشان دیکھتی ہون"

مسعود "مین بی اے کے امتحان مین کامیاب ہو چکا ہون۔ اب ضرورت ہے کہ کسی ہنر اور پیشہ کی تعلیم پاؤن۔ ابا جان اور سب بزرگون کو اصرار ہے کہ قانون مین امتحان دون جس کے اگر اچھی سفارش مل گئی تو کوئی معزز خدمت مل جائے گی ورنہ وکالت کا پیشہ تو کہین نہین گیا ہے۔ مگر خدا جانے کیا بات ہے کہ قانون مین میرا دل نہین لگتا"

عفت آرا "اچھا تو تم کس فن اور کس پیشے کو پسند کرتے ہو؟"

مسعود "دو ہی تین کام ہین جن کو مین اختیار کر سکتا ہون۔ اگر قانون نہین تو ڈاکٹری ہے۔ اسے اختیار کرون تو کسی میڈیکل کالج مین شریک ہونے کے لیے مجھے کسی اور شہر مین جا کے رہنا پڑے گا۔ ماسوا اس کے مین ڈاکٹری سے بھاگتا بھی ہون۔ کیونکہ اس مین لاشون کو چیرنا پھاڑنا۔ اور مریضون پر گو اُن کی بہتری ہی کے لیے ہو مگر بظاہر ظلم و جور کرنا پڑتا ہے"

عفت آرا "تو اسے بھی جانے دو۔ اور کون سا ہنر ہے؟"

مسعود "ڈاکٹری نہین تو انجینیری ہے۔ مگر وہ بڑی محنت اور دوڑ دھوپ کا کام ہے"

عفت آرا "تو یہ بھی تمھین نہین پسند۔ پھر کیا کروگے؟"

مسعود "اگر امیدواری مین دوڑ دھوپ کرون تو سو پچاس کی نوکری مل سکتی ہے"

عفت آرا "لیکن جب تمھین زیادہ ترقی کا موقع حاصل ہے۔ اور خدا نے اطمینان دیا ہے تو یون ہاتھ پاؤن توڑ کے غلامی اختیار کر لینا کون سی عقلمندی کی بات ہے؟ اس سے

زیادہ پست ہمتی کیا ہو سکتی ہے؟"

مسعود "تم سچ کہتی ہو۔ نوکری غلامی ہی ہے۔ مگر پھر آخر کروں کیا؟ مجھے بھی اپنے حق میں قانون کا پیشہ مناسب معلوم ہوتا ہے مگر شامت اعمال سے قانون میں دل ہی نہیں لگتا"

عفت آرا "بھلا کبھی تم نے اس پر بھی غور کیا ہے کہ قانون میں تمھارا دل کیوں نہیں لگتا؟"

مسعود "اس کے سوا اور کیا کہہ سکتا ہوں کہ مجھے قانون سے انس نہیں ہے؟"

عفت آرا "تمھیں اُس سے انس نہیں ہے یا مناسبت نہیں ہے؟"

مسعود "تم نے خوب بات نکالی میں اِس وقت تک اُنس اور مناسبت کو ایک ہی سمجھ رہا تھا اور یہ رائے قائم ہو گئی تھی کہ قانون میں ترقی نہ کر سکوں گا"

عفت آرا "اُنس اور چیز ہے۔ اور مناسبت اور چیز۔ انس نہ ہو تو کوشش کرنے سے پیدا ہو جاتا ہے۔ اور مناسبت جس چیز کے ساتھ نہ ہو تو سو جتن کرو ہرگز نہیں پیدا ہو سکتی۔ تم نے جب لکھنا پڑھنا شروع کیا ہے اس وقت تمھیں اُس سے کسی قسم کا اُنس نہ تھا۔ مگر جبراً قہراً تم اُس کی طرف متوجہ کیے گئے اور آخر اُنس ہو ہی گیا۔ اور ایسا اُنس کہ خدا کے فضل سے گریجوٹ ہو گئے۔ لیکن اگر مناسبت نہ ہوتی تو ہرگز کامیاب نہ ہوتے۔ اُنس اور بے انسی اُسی وقت تک رہتی ہے جب تک کسی کام کو شروع نہ کرو۔ اور مناسبت اور بے مناسبتی کا پتہ اُس وقت چلتا ہے جب ایک کام کو ایک حد تک کر چکو"

مسعود "تم سچ کہتی ہو۔ قانون سے مجھے اُنس نہیں ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ نہ میرے گھر میں کوئی قانون پیشہ ہے۔ اور نہ مجھے قانون، پیشہ لوگوں سے صحبت رہی۔ اس لیے انکی تمام باتوں سے میں غیر مانوس ہوں۔ مگر یہ ہرگز نہیں کہہ سکتا کہ مجھے اس کے ساتھ مناسبت بھی ہے یا نہیں؟"

عفت آرا "تو میں ایک تدبیر بتاؤں میری انگریزی کی لیاقت بہت ناقص ہے۔ میم صاحب سے چھ سات کتابیں پڑھیں۔ ان کی صحبت میں بولنا تو آ گیا مگر علمی لیاقت بالکل نہیں پیدا ہونے پائی۔ اب میں تم سے انگریزی پڑھنا شروع کروں اور یہ معمول ہو جائے کہ روز صبح کو تین گھنٹے اور رات کو دو گھنٹے میں بیٹھ کے اپنا سبق نہایت خاموشی سے یاد کیا کروں۔ اور اُسی وقت بلا ناغہ تم بیٹھ کے قانون کی کتابیں دیکھا کرو۔ رہ گیا مجھے پڑھا دینا اس کے لیے کوئی اور وقت مقرر کر دو۔ یہ پانچوں گھنٹے فقط مطالعہ اور یاد کرنے کے لیے رہیں۔ میں اس وقت کسی کو یہاں آنے بھی نہ دوں گی۔ اس طریقے سے سال بھر

تجربہ کرکے دیکھو کہ تمھین قانون کے ساتھ مناسبت ہے یا نہین۔"

مسعود۔" بات معقول ہے۔ مین سمجھتا تھا کہ تمھاری صحبت مین مجھے لکھنے پڑھنے کی چھٹی ہی نہ ملے گی مگر اب تمھاری باتون سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید میرے لیے ترقی کا ذریعہ ہی تم ہو گی۔"

عفت آرا۔" ابھی اِس کا حال کسے معلوم کہ مجھ سے تمھین فائدہ پہونچے گا یا نقصان مگر مینے اپنی اُستانی میم صاحب کو ایک دفعہ کہتے سُنا تھا کہ بیکاری ہی سے بدکاری پیدا ہوتی ہے۔ اور بیکار آدمی سے زیادہ خطرناک کوئی نہین سو تم کو جو بیکاری کی حالت مین دیکھا تو مجھے اُن کی وہ بات یاد آ گئی۔ اور ڈر معلوم ہونے لگا کہ دیکھیے اِس سے کیا خرابی پیدا ہوتی ہے۔"

مسعود۔" اچھا تو آؤ تمھین آج ہی سے انگریزی شروع کرادون۔ تاکہ کل صبح سے اِن باتون کی پابندی شروع ہو جائے۔"

عفت آرا۔" اِس سے بہتر کیا ہو سکتا ہے؟ مگر دل مین سوچ لو کہ پھر ان وقتون مین فرق نہ پڑنے پائے۔"

مسعود۔" جب ہم دونون مستعد ہین تو انشاءاللہ فرق نہ پڑیگا اگر میری طرف سے کمی ہو گی تو تم مجھے متنبہ کرو گی۔ اور تمھاری طرف سے کمی ہو گی تو مین ٹوکون گا۔"

عفت آرا۔" اچھا تو تم ہی مجھے کوئی کتاب بھی دو۔"

مسعود۔" میرے پاس ایک ناول رکھا ہوا ہے: سینڈفورڈ اینڈ مرٹن۔ جو بچون ہی کے لیے لکھا گیا ہے اور بہت ہی سلیس عبارت مین ہے۔ تم اِس کو اور سینول گرامر کو شروع کر دو۔"

عفت آرا۔" لاؤ دو۔" بیوی کو مستعد دیکھ کے مرزا مسعود اپنی کتابون سے دونون کتابین ڈھونڈھ کے نکال لائے۔ اور عفت آرا نے لیتے ہی ناول کو پڑھنا شروع کر دیا۔ دو تین صفحون تک پڑھ گئی تو مرزا مسعود بولے "اچھا خاصہ پڑھ لیتی ہو۔ اور تمھارا تلفظ تو مجھ سے بھی اچھا ہے۔ مگر مضائقہ نہین اسی کتاب کو چار چار پانچ پانچ صفحے کرکے آخر تک سنا جاؤ۔ گو یہ کتاب تمھاری لیاقت سے کم ہے مگر تمھین اس سے بہت فائدہ پہونچے گا۔ جب اسے ختم کر لو گی تو پھر کوئی اور مشکل کتاب دونگا۔" ناول کے چند صفحے سننے کے بعد مرزا مسعود نے عفت آرا کو گرامر کا ایک صفحہ بھی سمجھا کے پڑھا دیا۔ اور خود قانون شہادت کا مطالعہ کرنے لگے۔

اب عفت آرا سبق یاد کرنے مین مشغول ہے اور مرزا مسعود اپنی قانونی کتاب ہاتھ مین لیے بیٹھے ہین۔ مگر صرف دکھانے کے لیے۔ کیونکہ ان کے دل مین خدا جانے کیسے کیسے خیالات گزر رہے ہین جن کا مزہ کو نہ پایا۔ ... عفت آرا اور بی فیروزہ جان مین کبھی اپنے گھر پہ ...

ہوتے ہین۔ اور کبھی فیروزہ کے گھر سے پر۔ اپنے دل سے سوال کیا کہ "اپنی بی بی کو مین بُرا سمجھون یا اچھا؟ کوئی بات نہین بنتی! اُس کی اخلاقی حالت اس کے برتاؤ۔ اُس کی محبت اور اس کی لیاقت و قابلیت کو دیکھو تو ایسی بی بی چراغ لے کے ڈھونڈھیے تو بھی نہ ملے گی۔ مگر کاش اس کے ساتھ یہ دھڑکا نہ ہوتا کہ اسے غیب کی باتین معلوم ہو جاتی ہین۔ اور مین کسی سے ملون اُسے خبر ہو جاتی ہی۔ جی کہتا ہے کہ فیروزہ کا رخ زیبا دیکھنے کے لیے چل۔ بی بی کا خوف دھمکاتا ہی کہ گئے اور پکڑے گئے۔ پھر بغیر اُن لوگون سے ملے جلے بھی نہین رہا جاتا۔ کیا کرون؟ کوئی بات نہین بنتی۔ عفت آرا کے اخلاق مین سب سے بڑا ستم یہ ہی کہ اپنی زبان سے مجھے کہین اور کسی کے پاس جانے سے نہین روکتی۔ نہ اس کا کوئی حکم ہی۔ نہ کسی بات کی فرمایش ہی۔ نہ کسی قسم کی روک ٹوک ہی۔ مگر باوجود ان سب آزادیون کے اس نے پاؤن مین ایک ایسی زنجیر ڈال دی ہی کہ کسی طرف قدم نہین اٹھتا۔ بظاہر دیکھو تو وہ ہر طرح میری ہی خواہ۔ میری صورت کی عاشق۔ اور میری فرمان بردار خادمہ بنی ہوئی ہی۔ اچھے کامون مین لگاتی۔ اور بڑی خوبصورتی سے نصیحت ...... نصیحت ...... کرتی ...... ہان وہ بہت اچھی ...... مگر فیروزہ ...... فیروزہ ......" سو گئے۔

کوئی دو بجے آنکھ کھلی تو کیا دیکھتے ہین کہ شمع روشن ہی اور عفت آرا اکیلی پاندان کھولے بیٹھی ڈلیان کتر رہی ہی۔ حیرت سے پوچھا "ایَن! تم سوئین نہین؟"

عفت آرا۔ "ہان مجھے نیند نہین آئی۔ بیکار پڑے پڑے دم اُلجھنے لگا تو اٹھ کے ڈلیان کترنا شروع کر دین۔"

مسعود۔ "اتنی اتنی رات تک جاگو گی تو بیمار پڑ جاؤ گی۔ بس اب لیٹ رہو۔ آنکھین بند کر کے لیٹو گی تو آنکھ لگ بھی جائے گی۔"

عفت آرا۔ "ہان مین سو رہون گی۔ تم آرام کرو۔" اس کے بعد مرزا مسعود کروٹ بدل کے سوئے تو صبح کی خبر لی۔ اور اس وقت بھی بی بی کو جاگتے ہی پایا۔ عفت آرا کی مستانہ آنکھون مین نیند کا خمار دیکھ کے بولے "مین سمجھتا ہون تم رات بھر نہین سوئین۔"

عفت آرا۔ "سوتی کیون نہین؟ بڑی دیر تک سوتی رہی۔"

مسعود۔ "مگر تمھاری آنکھون سے تو معلوم ہوتا ہے کہ رات بھر تمھاری آنکھ نہین لگی۔ آخر کہو فکر کس بات کی ہے؟"

عفت آرا۔ (ہنس کے) "فکر کس بات کی ہوتی؟ بس اتنا ہے کہ مجھے نیند ذرا کم آتی ہے لے اب اُٹھ کے ہاتھ منھ دھو۔ چاء تیار ہے"

مرزا مسعود پلنگ سے اُٹھ کے چوکی پر گئے۔ پھر وضو کر کے نماز پڑھی۔ مگر عفت آرا کی عجیب حالت تھی بہ ظاہر تو اب تک ڈلیاں ہی کتر رہی ہے۔ مگر خدا جانے کس قسم کے اور کیا کیا خیالات دل میں بھرے ہوئے ہیں کہ بیٹھے بیٹھے کبھی مسکراتی بلکہ ہنس دیتی ہے۔ اور کسی وقت اُس کے نازک رخساروں پر غیظ و غضب کی سی تمتماہٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ اور پھر آپ ہی آپ پیارا اور بھولا چہرہ نہایت ہی متین بن جاتا ہے۔ مگر بلا کی ضابط ہے مجال کیا کہ کسی کو اُس کے دل کا حال معلوم ہو جائے بغیر اس کے کہ ان دلی جذبات کے متعلق ایک لفظ بھی زبان سے نکالے پاندان بند کر کے اُٹھی وضو کر کے نماز پڑھی۔ اور محمدی سے تاکید کی کہ "جلدی چاء اور ناشتہ لے کے آؤ"

چاء سے فارغ ہو کے مرزا مسعود نے کہا "اب تم تو رات بھر کی جاگی ہوئی ہو۔ اس وقت سبق کون یاد کریگا؟ اور جب تم ہی کتاب لے کے نہ بیٹھو گی تو میں کیوں بیٹھنے لگا تھا؟"

عفت آرا۔ "یہ تم سے کس نے کہا کہ میں نہ بیٹھوں گی؟" اول تو میں اپنی نیند بھر سوئی ہوں اور نہ سوئی ہوتی تو بھی یہ ممکن نہ تھا کہ رات کا قول و اقرار اتنی جلدی بھول جاتی۔ میں اپنی کتابیں لاتی ہوں اور تم اپنی کتابیں لو" یہ کہہ کے اُس نے محمدی کو پکارا۔ اور وہ حاضر ہوئی تو حکم دیا کہ "مجھ سے کوئی کام ہو تو اسی وقت کہہ دو۔ پھر دس بجے تک مجھے بات کرنے کی چھٹی نہ ہوگی۔ اور ہاں دیکھو فیضن پیش خدمت اور اچھی کہاری سے بھی کہہ دو کہ دس بجے تک نہ خود میرے پاس آئیں۔ اور نہ کسی اور کو آنے دیں"

ایسے نئے تکلیفی حکم سے ہندوستان کے گھر ابھی نا آشنا ہیں۔ محمدی نے حیرت سے سُنا مگر عذر کی کیا مجال تھی بولی "میں ابھی جا کے سب کو یہ حکم سُنائے دیتی ہوں"

عفت آرا۔ آج ہی پر موقوف نہیں۔ روز یہی قاعدہ رہے گا کہ ۶ بجے سے ۱۰ بجے تک میں اپنا کام کروں گی۔ اُس وقت نہ کوئی میرے پاس آئے نہ مجھ سے کچھ کہے سُنے۔ جو کچھ کہنا یا پوچھنا ہو اُس سے پہلے پوچھ لیا کرو۔ یا پھر دس بجے کے بعد"

محمدی۔ "بہت خوب"

یہ کہہ کے عفت آرا نے کمرہ بند کر لیا۔ اور دونوں میاں بی بی کتب بینی میں مشغول

ہوگئے۔ دس بجے تک جم کے مطالعہ کرنے سے عفت آرا کو اپنا سبق خوب فرفر یاد ہوگیا۔ اور مرزا مسعود نے بھی جو کچھ آج پڑھا وہ دل مین نقش ہوگیا۔ گو بعض اوقات خیالات پریشان نے ستایا مگر بی بی کو مشغول دیکھ کے کتاب کے مضامین مین مصروف ہوجایا کیے۔ دس کے بعد کچھ دیر تک ادھر اُدھر کی باتین کر کے مرزا مسعود نے کہا "آج کھانا گیارہ ہی بجے کھلا دو تاکہ کھانے سے فراغت کر کے ذرا باہر کی ہوا کھا آؤن۔"

عفت آرا نے فوراً ماما کو بلا کے تاکید کی کہ "کھانا جلدی لاؤ۔ گیارہ بجے دسترخوان بچھ جائے۔" پھر میان کی طرف دیکھا۔ اور مسکرا کے کہا "باہر کی ہوا کھانا بہت ضروری ہے۔ جب تک چلو پھرو گے نہین پڑھا بھی نہ جائے گا۔ اور کوئی ایسی صحبت بھی چاہیے جس مین انسان بے تکلفی سے بیٹھ کے ہنسے بولے مگر تمھین تو باہر جا کے وحشت ہونے لگتی ہے۔"

مسعود۔ (چونک کے) "وحشت کیسی؟"

عفت آرا۔ "ابھی کل فیروزہ کے وہان سے وحشت کھا کے بھاگ گئے کا کون موقع تھا؟ اول تو جسے تم سے محبت ہو اُس سے بھاگنا ہی کیا۔ یہ بھی تو خیال کیا ہوتا کہ وہ اگر تمھارے پاس آئی تھی تو تمھاری بلائی ہوئی آئی تھی۔" عفت آرا یہ باتین کہہ رہی تھی اور مرزا مسعود کے ہوش و حواس غفر ود تھے۔ دیر کے بعد جب ذرا حواس ٹھکانے ہوئے تو بولے "تمھین ان سب باتون کی خبر ہوگئی! اچھا تو پھر اب یہ بھی بتا دو کہ مین کس کے ساتھ وہان گیا تھا؟ اور وہان صحبت مین کون کون تھا؟"

عفت آرا۔ (ہنس کے) "اب بتا ہی دون؟ تم حامد حسین کے ساتھ گئے تھے۔ اور اکیلے وہی آخر تک تمھارے ساتھ رہے۔"

مسعود۔ "واللہ! غضب کرتی ہو؟ مین دیکھتا ہون تم اب میرا گھر سے نکلنا بند کرا دو گی۔"

عفت آرا۔ "تو مین نے کبھی تمھین کہین جانے سے منع کیا ہو؟ تمھارا جہان جی چاہے شوق سے جاؤ۔ اور جس چیز مین تمھاری خوشی ہو اُسی مین مین بھی خوش ہون۔"

مسعود۔ "مگر کیونکر جاؤن؟ قدم قدم پر تو یہ دھڑکا لگا رہتا ہے کہ تم کو خبر ہو جائے گی۔"

عفت آرا۔ (ہنس کے) "ہو تو مین تمھارا کیا کر لون گی؟ فیروزہ کو تم دل سے چاہتے ہو اور یہ معلوم تھا ہی کہ تم جب تک گھر مین رہتے ہو مین مطالعہ پاس بٹھا کرتی ہون پھر اُس کے بان جانے کے خیال سے کیا کبھی تم نے گھر کا آنا جانا چھوڑ دیا؟"

مسعود۔" لاحول ولاقوۃ! اُس کا اور تمھارا مقابلہ ہی کیا؟ وہ وہی ہو اور تم تم ہی ہو؟ اب اُس کا ایسا ڈر نہین ہو سکتا کہ مین اس کے لیے تم سے ملنا چھوڑ دون۔"

عفت آرا۔ (متانت سے) "انسان جب کسی کو دل سے چاہتا ہو اُس کا خیال کرنا ہی پڑتا ہو۔"

مسعود۔" اِس سے مجھے انکار نہین کہ مین اُسے چاہتا ہون۔ مگر یہ چاہنا ایسا نہین ہو کہ اُس کے لیے بیتاب و پریشان ہون۔ اور تمھاری وقعت وہ ہو کہ تمھین نہ چاہنا بھی اُس کے چاہنے سے بڑھا ہوا ہے۔"

عفت آرا۔" یہ تمھاری عنایت و شرافت ہو۔ ورنہ مین تو تمھاری ایک ادنی لونڈی ہون۔ اور صرف تمھاری خدمت گذاری کے لیے۔ میرا اندیشہ ہی کیا۔ تم خیال رکھو یا نہ رکھو مین ہر طرح تمھاری ہون۔ فیروزہ روٹھ بھی سکتی ہو۔ بگڑ بھی سکتی ہو۔ مگر میرا کام ہے کہ ہر حال مین راضی اور تمھاری ہی ہو کے رہون۔"

مسعود۔" سب سے زیادہ قیامت تو تمھاری یہی نیک نفسی ہو۔ کسی اور کے خلاف کرو تو وہ بگڑے گا بُرا بھلا کہے گا۔ مگر تمھارے خلاف کرنے مین یہ آفت ہے کہ تم تو کچھ نہین کہتین۔ مگر خود اپنا نفس لعنت ملامت کرنے لگتا ہے۔"

عفت آرا۔ (ایک دلفریب مسکراہٹ کے ساتھ) "تو یہ تمھارے نفس کی خوبی ہوئی؟ اس مین میری کون سی تعریف ہو؟"

مسعود۔" جو کچھ ہو تمھارا یہ عمل قیامت کا ہو کہ کوئی بات کیسی ہی چھپا کے کیجیے تم جان جاتی ہو۔"

چھٹا باب

پھر وہی فیروزہ کا گھر

کھانے سے فارغ ہو کے مرزا مسعود گھر سے نکلے۔ مگر پہلے سے زیادہ خائف ترسان و لرزان گھر سے نکل کے دو ہی چار قدم گئے ہون گے کہ دل سے پوچھا "اب اِس وقت مین کہان جاؤن؟" مگر کچھ جواب نہ ملا۔ لہذا اس کا تصفیہ کرنے کے لیے چلتے چلتے سڑک ہی پر کھڑے ہو گئے۔ اور سوچنے لگے۔ ہر دوست اور ملنے والے کا گھر یاد آتا تھا مگر قدم کسی طرف نہ اٹھتا تھا۔ اور وجہ یہ کہ سابق کی بگڑی ہوئی صحبت کی بدولت کسی ایسے شخص سے دوستی نہین پیدا ہونے پائی تھی جو مہذب شائستہ اور شریف ہو اور

جس سے ملنے جلنے مین بی بی سے حجاب نہ آتا ہو۔ اسی تردد اور گومگو کے عالم مین کھڑے کھڑے کئی منٹ ہو گئے اور کسی طرح کوئی تصفیہ نہ ہو سکا۔ عالم استغراق مین تھے کہ قریب سے آواز آئی "واہ! ماشاء اللہ! کیا پینک مین ہو؟ یہ بے افیون کی پینک آج ہی دیکھی!"

مرزا مسعود سنتے ہی پہچان گئے کہ محمود علی کی آواز ہے۔ بولے۔ "بھئی خوب ملے! مین اسی فکر مین تھا کہ کہان جاؤن"

محمود علی "خوب! بڑا مشکل معاملہ تھا۔ مین کہتا ہون یہ تمھین ہو کیا گیا ہے؟ اب آپ بی بی کے ڈر کے مارے گھر سے نکلنا چھوڑ دین گے؟"

مرزا مسعود "خدا ہی نے کہا ہے کہ جب بی بی کو ذرا ذرا سی باتون کی خبر ہو جائے گی تو میرا ہر جگہ کا آنا جانا چھوٹ جائے گا"

محمود علی "کسی ذریعہ سے انھین دو ایک باتون کا پتہ لگ گیا۔ اور تم سمجھ گئے کہ میری بی بی غیب دان ہین۔ مین نہ مانونگا۔ اُن کا کوئی نہ کوئی جاسوس تمھارے آس پاس رہا کرتا ہوگا۔"

مرزا مسعود "اچھا اب اسی وقت تم دیکھ لو یہان کون سا جاسوس موجود ہے؟"

محمود علی "تو اس وقت کی باتون کی انھین خبر بھی نہ ہو گی۔ کیا مجال جو کچھ بھی معلوم ہو سکے۔ تم اس وقت میرے ساتھ فیروزہ جان کے گھر چلو۔ اور مین دیکھتا رہون گا۔ کہ ہمارے پیچھے پیچھے کوئی آتو نہین رہا ہے"

مرزا مسعود "کوئی آتا ہو یا نہ آتا ہو مگر بی بی کو ضرور خبر ہو جائے گی"

محمود علی "تو اچھا کچھ شرط ہو جائے"

مرزا مسعود "جو شرط کہو منظور ہے"

محمود علی "مگر مین جس طرف سے اور جس طرح سے چاہون گا لیجاؤن گا۔ آپ اس مین کچھ دخل نہ دیجئے گا"

مرزا مسعود "مجھے سب طرح منظور ہے"

محمود علی "تو پھر پچاس پچاس روپیہ ہوئے۔ مگر مین واللہ لے لون گا"

مرزا مسعود "ابھی اسی وقت نقد دلوا دون۔ لیکن اگر گھر مین خبر ہو گئی تو پھر مین بھی اسی وقت تمھین گھر سے نکلوا دون گا"

محمود "منظور" یہ کہہ کے محمود علی نے سڑک پر چاروں طرف نظر دوڑائی۔ آس پاس چلتے لوگ نظر آئے اُن سب کو خوب بھانپ بھانپ کے دیکھا۔ اور جب کسی پر کسی قسم کا شبہ نہ ہوا تو بولے "اچھا اب چلیے۔ مگر ادھر سے نہیں (ایک طرف اشارہ کر کے) اس راستے سے چلیے"

مرزا مسعود "چلیے" اور دونوں اُسی طرف چل کھڑے ہوئے اب محمود علی نے راستہ بہلانے کے لیے کہا "تم واقعی بڑے بے مروت اور سنگدل ہو۔ اجی شادی کے بعد مجھ سے نہیں ملتے نہ سہی۔ قیامت تو یہ کہ تم نے اپنے سب دوستوں کو چھوڑ دیا۔ اور تو اور فیروزہ جان کی ملاقات بھی القط!"

مرزا مسعود "ان سے تو کل ملا تھا"

محمود علی "جی سُن چکا ہوں۔ ایک دم بھر کے لیے گئے اور اُس غریب کو ایسا ملال دے آئے کہ اُس کی بھوک پیاس سب تشریف لے گئی۔ کل سے اس وقت تک اُس کی حلق سے ایک دانہ نہیں گیا ہے"

مرزا مسعود (حیرت سے) "توہین نے کیا کیا؟"

محمود علی "پہلے تو انھیں اپنے پاس بلایا۔ اور جب آئیں تو ایسی بے رخی اور رکھائی ظاہر کی کہ گویا اُن کی صورت ہی سے نفرت ہے۔ اور پھر آپ ہی آپ اس طرح رسیاں تڑا کے بھاگے کہ جیسے ڈھمنوں کو سودا ہو گیا ہے"

مرزا مسعود "اتنا قصور تو ضرور ہوا ہے۔ اور سبب یہ ہوا کہ جب وہ پاس آ کے میرے زانو سے زانو بھڑا کے بیٹھیں تو مجھے خیال آ گیا کہ بی بی کو ان باتوں کی خبر پہونچا بس اسی اندیشے سے میں اُٹھ کے بھاگا۔ مگر فیروزہ جان سے تو جتنی معذرت کر دیجئے"

محمود علی "آپ کی معذرت کے بھی قربان! پہلے خود ہی ذلیل کیجیے اور پھر معافی مانگیے"

مرزا مسعود "تو میں نے انھیں ذلیل کب کیا؟"

محمود علی "ایک جوان عورت خصوصاً رنڈی کی اس سے زیادہ توہین کیا ہو سکتی ہے کہ اُسے شوق سے بلایئے۔ اور جب آئے تو نفرت کے طریقے سے ہٹا دیجیے۔ واللہ۔ تم نے ان کے دل کو بڑا صدمہ پہونچایا ہے۔ اور جب تک اپنے فعل پر ندامت ظاہر کر کے اور ان کے حسن و جمال کی بے انتہا تعریف کر کے دلی شوق بلکہ عشق ظاہر نہ کیجیے

اُن کے دل کو چین نہ آئے گا"۔

مرزا مسعود "یہ تو مجھ سے آج کل نہ ہوگا"۔

محمود علی "کیا باتین کرتے ہو۔ ان کی تو یہ حالت ہو رہی ہو کہ تمھارے نام پر فدا ہین۔ تمھاری ہر ہر ادا پر جان دینے کو تیار ہین۔ ایک ذری سی رکھائی پر یہ عالم ہو کہ دو روز سے دانہ پانی حرام ہو گیا ہو۔ اور آپ فرماتے ہین مجھ سے نہ ہوگا۔ نہ کیسے ہوگا؟ تم اُس غریب کی جان لوگے؟"

مرزا مسعود "مجھے جان لینے یا دینے سے کیا تعلق؟ فقط دور کی یاد اللہ ہو۔ نہ مجھے ان سے کسی قسم کا تعلق تھا نہ ایسی زیادہ آمد و رفت ہی رہی ہو۔ مین تو وہان صرف تم لوگون کی وجہ سے چلا جایا کرتا ہون"۔

محمود علی "تم سے ان سے کوئی تعلق نہین! تعلق کچھ ساتھ لیٹنے ہی سے نہین ہوتا۔ تعلق تو دل سے ہو اور یہان دلون کی جو حالت ہو تم جانتے ہی ہو۔ وہ تم پر جان فدا کیے بیٹھی ہوئی ہین۔ رہے تم۔ تو مجھے تم ہزار قسمین کھاؤ یقین نہ آئے گا کہ تمھارے دل مین اُن کا خیال نہین۔ اُن سے چھوٹ کے تمھارے دل پر بھی ہمیشہ ایک کوفت رہے گی"۔

اتنے مین ایک مکان کے دروازے پر پہونچ کے محمود علی نے کہا "اس کے اندر چلیے"۔

مرزا مسعود "یہان کہان؟ فیروزہ جان کے وہان چلتے ہو نہ؟"

محمود علی "تمھین اس سے کیا بحث؟ مین وعدہ لے چکا ہون کہ جس طرح چاہونگا لے چلونگا"۔

مرزا مسعود "ہان ہان چلو۔ مجھے اس کا خیال نہ تھا"۔

یہ ایک خانصاحب کا مکان تھا جن سے میان محمود علی سے بہت پرانا راہ و رسم تھا۔ اندر جا کے مرزا مسعود کو ان سے ملایا۔ حقہ کے چند کش لگائے۔ اور ایک ایک گلوری کھا کے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اس مکان کا ایک دوسرا دروازہ ایک تنگ و تاریک گلی مین تھا۔ اسی راستے سے نکل کے محمود علی نے آگے کی راہ لی۔ اور گلیون ہی گلیون ہوتے ہوئے خاص بی فیروزہ کے مکان کے پاس نکلے۔ راستے مین کئی جگہ ٹھہر ٹھہر کے اندازہ کیا کہ ہمارے ساتھ تو کوئی نہین آرہا ہے۔ پھر فیروزہ کے دروازے پر بھی خوب غور سے دیکھ کے اطمینان کر لیا کہ کوئی جاسوس ساتھ نہین ہو۔ تب

فیروزہ کے کمرے پر چڑھتے ہوئے زینہ پر کہا " اب آج کا حال تمھاری بی بی کو معلوم ہو جائے تو مجھے یقین ہو جائے گا کہ تمھاری بی بی انسان نہیں جن ہیں "

مرزا مسعود " وہ انھیں آپ جن کہیں یا انسان مگر میرے پچاس روپیہ نہ بھول جائیے گا "

محمود علی " ہاں ہار اتو دون گا ۔ اور گھگے گلے پانی دون گا "

شرط کی بحث ہوتے ہی مرزا مسعود اندر داخل ہوئے ۔ زینے پر کسی کے آنے کی آہٹ سن کے بی فیروزہ کی نظر دروازے سے لگی ہوئی تھی ۔ مگر جیسے ہی مرزا مسعود کی صورت دیکھی ذرا بن بیٹھیں ۔ بال اور کپڑے سنبھال لیے ۔ مگر بظاہر روکھی صورت بنا کے دوسری طرف دیکھنے لگیں لیکن ۔ حامد حسین جو ان کے قریب ہی بیٹھے ہوئے تھے مرزا مسعود کی صورت دیکھتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور بولے " آئیے ! تمھاری جان کی قسم میں اس وقت دل میں تمھیں کو یاد کر رہا تھا "

محمود علی " بھئی آج میں انھیں یہ شرط کر کے لایا ہوں کہ اگر آج کا حال ان کی بی بی کو معلوم ہو جائے تو پچاس روپیہ ہاروں گا "

حامد حسین " ان کی بی بی بڑی سیانی ہیں انھوں نے کچا انتظام نہیں کیا ہے ۔ کسی نہ کسی طرح خبر ہو ہی جائے گی "

محمود علی " کیا مجال جو ان کو کانوں کان خبر ہو ۔ اگر وہ سیانی ہیں تو میں بھی بڑا سیانا ہوں ۔ ابھی میں آج انھیں ایسے راستے سے لایا ہوں کہ ان کے فرشتے خان کو تو خبر ہوگی نہیں "

مرزا مسعود " انھیں نہ جاسوس بھیجنے کی ضرورت ہو ۔ اور نہ کوئی گوئندہ لگانے کی ۔ انھیں خود بخود سارے حالات معلوم ہو جایا کرتے ہیں ۔ اور کل اس کا تجربہ ہو ہی جائے گا ۔ گوئندہ اگر بتا بھی سکتا ہو تو فقط اتنا کہ میں یہاں یا تمھارے وہاں آیا تھا ۔ لیکن یہاں گھر کے اندر بیٹھ کے جو باتیں کرتا ہوں ان کی مخبری کون کر سکتا ہے ؟ اور وہ تو ان مقامات کی باتوں کو جان جاتی ہیں جہاں پرندہ پر نہیں مار سکتا "

محمود علی " خیر کیا مضائقہ ہے ؟ کل معلوم ہی ہو جائے گا (فیروزہ کی طرف دیکھ کے) اب ان کا قصور معاف بھی ہوگا ۔ یا یونہیں روٹھی بیٹھی رہو گی "

فیروزہ " مجھ سے مطلب ؟ "

مرزا مسعود " کل مجھ سے اتنی گستاخی ضرور ہوئی کہ بے پروائی سے میرے پاس آ کے

بیٹھین اور مین وحشت کھاکے بھاگ کھڑا ہوا"

فیروزہ "وہ تو نگوڑی میری صورت ہی ایسی ہے کہ لوگون کو دیکھ کے ڈر معلوم ہوتا ہے۔ وحشت ہونے لگتی ہے۔ ہولین کھاکے بھاگ کھڑے ہوتے ہین"

مرزا مسعود "(مسکرا کے) "لے بس اس پیاری صورت کو برا بھلا نہ کہو۔ تم اس کی پروا نہین کرتین تو اس کے بہت سے پروا کرنے والے دنیا مین پڑے ہین"

فیروزہ "(ایک ٹھنڈی سانس لے کے) "ایسی قسمت کہان!"

مرزا مسعود "واقعی مجھے اپنے کل کی حرکت پر ندامت ہے۔ اسے میری حماقت بے عقلی جو چاہو سمجھو مگر معاف کر دو"

فیروزہ "مین معاف کرنے والی کون؟ قصور جاکے اُن سے معاف کراؤ جن کا آج کل زور ہے۔ جن کے موکل اندر باہر ہر جگہ تمھارے پیچھے لگے رہتے ہین۔ اجی جلدی بھاگو اُنھین خبر ہو گئی تو لتے لے ڈالین گی"

مرزا مسعود "اجی بس اب اس کا ذکر جانے ہی دو۔ آج تو مین دل مین ٹھان کے آیا ہون کہ تم سے قصور معاف کرا کے جاؤن گا"

فیروزہ "تم نے میرا کون سا قصور کیا ہے جو معاف کرون؟ اور مجھ سے مطلب ہی کیا؟"

محمود علی۔ (جھک کے مرزا مسعود کے کان مین) "اجی اپنا شوق اور جوش عشق تو ظاہر کرو۔ بغیر اس کے بھلا یہ لوگ کبھی راضی ہوئے ہین؟"

مرزا مسعود "(فیروزہ سے) "کیا کہون کہ دل کی کیا حالت ہو رہی ہے! ہر وقت تمھاری صورت نظر کے سامنے رہتی ہے۔ اور کسی طرح قرار نہین آتا۔ تمھاری جان کی قسم مین اپنے دل کی کیفیت بیان نہین کر سکتا۔ ادھر تمھاری محبت ہے جو ہر وقت دل مین چٹکیان لیتی رہتی ہے۔ اُدھر بی گھروالی کا ڈر ہے کہ انھین ذرا ذرا سی باتون کی بھی خبر ہو جاتی ہے۔ تمھین انصاف کرو کہ ایسی حالت مین کیا کرون؟"

فیروزہ "بس یہی کرو کہ اُن نیک بخت کو خوش رکھو اور سارے یار آشنا۔ احباب اور ملنے جلنے والے چولھے مین گئے۔ اے مین پوچھتی ہون کہ تمھین ایسا ہی دھڑکا لگا ہے تو پھر یہان آئے کیون؟"

مرزا مسعود "بے آئے بھی تو نہین رہا جاتا! کمبخت دل یون بھی تو نہین مانتا۔ لے بس اب غصہ تھوک ڈالو۔ اور میرے پاس آ کے بیٹھو"

حامد حسین "ہان بھئی فیروزہ اب معاف کردو۔ ان دنون یہ اپنے دل کے ہاتھون بہت مجبور ہین۔ تم بھی رُکھائی کروگی تو خیال کرو کہ بیچارے کا کیسے نباہ ہوگا۔ اور مین بھی صاف آدمی ہون۔ بی صاحب تمھین قدر نہین۔ خوب یاد رکھو کہ چاہنے والا بڑی مشکلون سے ملتا ہے۔"

فیروزہ "اچھا تمھاری خاطر ہی۔ ورنہ میرا تو جی نہین چاہتا۔" یہ کہکے اپنی جگہ سے ایک نخرے کے ساتھ اُٹھین۔ اور مرزا مسعود کے برابر آکے بیٹھ گئین۔

آج مرزا مسعود کو کل کی سی وحشت نہین ہوئی۔ اور وجہ یہ کہ بی بی نے خود ہی کہہ دیا کہ تمھین بھڑکنے اور ہول کھانے کی ضرورت نہین۔ جہان چاہو جاؤ ہنسو بولو۔ مین کسی بات کو منع نہین کرتی۔ دولھن کی ان باتون نے اُن کا حوصلہ بڑھا دیا تھا۔ دل مین یون اطمینان کرکے فیروزہ سے کہا "ارے اب کھانا تو کھا لو۔"

فیروزہ۔ (قہقہہ لگا کے) "آئین! یہ بھی کوئی کھانے کا وقت ہی؟ ایک بج چکا ہے۔ کیا بی گھروالی نے آج کھانا بھی نہین دیا؟"

محمود علی "نہین صاحب وہ تو گھر سے کھا کے آئے ہین۔ انھین بی بی بے کھلائے پلائے ڈیوڑھی سے قدم تو باہر نکالنے دیتی نہین ہین۔ یہ تمھارے لیے کہتے ہین۔ اے کل سے کچھ نہین کھایا ہی تو کیا اب بھی نہ کھاؤ گی؟ تم بھی واللہ بڑی گھنی ہو۔ اور جہان کوئی بات دل مین آگئی پھر نہین نکلتی ہی۔ اے اِن کی ذرا سی رُکھائی پہ خفا تھین اب انھون نے اپنا قصور معاف کرا لیا۔ چلو چھٹی ہوئی۔ اب پھر وہی وہ ہین اور وہی تم ہو۔"

فیروزہ۔ (بگڑ کے) "محمود علی تمھاری یہی باتین مجھے اچھی نہین لگتین۔ لے بھلا اس کے کہنے کی کون سی ضرورت پڑی تھی؟ وہ تو نگوڑی کوئی بات پیٹ مین ٹھہرتی ہی نہین خدا نہ کرے کہ کوئی تمھاری طرح پیٹ کا ہلکا ہو۔ جنابِ میری قسم مین تمھاری اس لگائی بجھائی سے بڑی حیران ہون۔ مین نے نہین کھایا تو تمھاری بلا سے نہین کھایا۔ تم کہنے والے کون تھے؟"

محمود علی (سر کھجا کے) "ہان میرے منھ سے نکل تو گیا۔ مگر اس مین مضائقہ ہی کیا ہی؟"

فیروزہ (جھنجھلا کے) "تو تمھارے نزدیک کوئی مضائقہ نہین یا میرے نزدیک بھی نہین ہے؟ جو بات ہوتی ہے نگوڑی اُلٹی ہی ہوتی ہے۔"

مرزا مسعود "اچھا پھر خفا ہو لینا۔ پہلے کھانا تو منگوا دو۔"

فیروزہ "اے تو اب کھانا رکھا ہوا ہی؟ سب کھا پی کے فراغت کر چکے۔"

حامد حسین "اب مجھ سے نہین رہا جاتا۔ صاحب مہربان کل سے ہنڈیا چڑھی نہین ہے۔ سب بیٹھے سوکھ رہے ہین۔ مگر دعوے یہ ہین کہ کھاپی کے فراغت کر چکے"

مرزا مسعود نے "لاحول ولا قوۃ۔ یہ کون سی بات تھی۔ ایک مین ذرا اُٹھ کے چلا گیا اور تم نے کھانا چھوڑ دیا"

حامد حسین "تم نہین جانتے۔ تمھارے ساتھ اِن کو ایسا ہی لگاؤ ہے۔ مگر ہان یہ کہون گا کہ دل کی مضبوط ہین۔ مجال کیا کہ اُف نکل جائے"

فیروزہ "بھئی مجھے ایسی باتون سے نفرت ہو۔ میرے گر مین چاہے کچھ ہو رہا ہو یا میرے دل کی کچھ ہی حالت ہو لیکن مین اس کی روادار نہین کہ کسی اور کو کانون کان خبر ہو"

مرزا مسعود "خیر یہ باتین تو ہوتی ہی رہین گی۔ پہلے کھانے کی تو فکر کیجائے۔ ہشو کہان گیا؟"

فیروزہ۔ (ہنس کے) "اے تم بھی اُسے ہشو کہنے لگے۔ ہم نے بیٹھا باتین بنا رہا ہو گا تمھارا کون سا کام ہے؟"

مرزا مسعود "تمھین اِس سے کیا؟ اُسے بلوا دو تو سہی"

بی فیروزہ نے باریک کمزوری دکھاتی ہوئی آواز مین پکارا "ہشو! ہشو! ہشو!" جب اس کے جواب مین اُس کی آواز نہ آئی تو محمود علی اُٹھ کے باہر گئے اور لیے پکار لائے۔ ہشو ایک بارہ تیرہ سال کا کالا لونڈا تھا۔ جو فقط روٹی کپڑے پر بی فیروزہ کے یہان رہتا تھا۔ مگر بلا کا تیز اور آفت کا پرکالہ تھا۔

فیروزہ۔ (اس کی صورت دیکھتے ہی) "کہان گیا تھا؟ یہان پاس نہین بیٹھتا!"

ہشو "اُس روز جب نواب صاحب آئے تھے آپ ہی نے حکم دیا تھا کہ میرے پاس نہ بیٹھا کرو"

فیروزہ (بگڑ کے) "اے شامتین آئی ہین موںڈی کاٹے کی۔ مجھے بھی کوئی وہ"

محمود علی۔ (ہنس کے) "کون نواب؟"

ہشو "کیون بتاؤن؟ کچھ کھلاؤ تو بتاؤن"

محمود علی "دو دن کے فاقے مین بھی شرارت نہین گئی؟"

فیروزہ "اے مین ہی اسے خوب سیدھا کرتی ہون۔ دیکھو ٹھہر و کیسی جوتیان کھلواتی ہون"

مرزا مسعود۔ (جیب سے دو روپیہ نکال کے) "ہشو لو۔ ایک ڈیڑھ سیر پوریان۔ چار آنے کی

شیرمالین۔ دو آنے کے کباب۔ پاؤ بھر بالائی۔ چھ روٹی سالن چار آنے کی برفی۔ اور چار آنے کی امرتیان تو لے آؤ۔"

فیروزہ "افوہ! اِتو یہ کون کھائے گا؟"

محمود علی "منگوا لیجئے دو جی۔ کل سے کسی نے کھایا نہین۔ اِس سے کم مین نہین پوری پڑیگی۔"

الغرض میان ہشو روپے لے کے روانہ ہوئے۔ اور اب بی فیروزہ جان کی توجہ و عنایت اور ان کا خلوص یک بیک بڑھ گیا تھا۔ مرزا مسعود آج تک گئے قریب قریب ہر بازاری عورت اور ہر مشہور رنڈی کے گھر مین تھے۔ مگر صرف لطف صحبت اٹھانے اور بیٹھ کے باتین بنانے کے لیے۔ آج تک اِن مقامات مین کبھی انھون نے ایک پیسہ بھی نہین صرف کیا تھا۔ اُن کی زندگی مین یہ پہلا موقع تھا کہ یارون کے چکمہ مین آکے انھون نے نہایت بے جگری کے ساتھ باتون باتون مین دو روپیون کا خون کر ڈالا۔ اصل مین یہان نہ کوئی بھوکا تھا اور نہ کسی کو کھانے کی ضرورت تھی۔ فیروزہ کو پسند بھی نہ تھا کہ بے وجہ اور بے ضرورت مرزا مسعود کا نقصان کرائے۔ مگر حامد حسین اور محمود علی نے اپنے چرندم خورندم کے خیال سے ہمارے مرزا کے لٹوانے کا بندوبست کر دیا۔ اب مرزا مسعود نے باتون باتون میں جیب سے دو روپیہ نکال کے دیدیے تو فیروزہ پر اس کا بہت اثر پڑا۔ ان کے حال پر نہایت ہی مہربان ہو گئین۔ اور بولین "اس گھڑی ان لوگون نے بیکار تمھارا نقصان کرا دیا۔ مگر بھئی دیکھو مین پہلے سے کہے دیتی ہون کہ مجھ سے اِس وقت کچھ کھایا پیا نہ جائے گا اور تم خواہ مخواہ کو اصرار کرو گے۔"

حامد حسین "بھوک تو اب مر چکی کھایا کیسے جا سکتا ہے؟ دو ایک نوالے کھا کے پانی پی لینا۔ ورنہ کھاؤ گی تو خواہ مخواہ کو ضعف بڑھے گا۔ ایسی معمولی باتون مین یہ نہین کرتے کہ دانہ پانی چھوڑ دین۔ مگر تم نے طبیعت ہی کچھ ایسی پائی ہے کہ لاکھ سمجھاؤ نہین مانتین۔"

فیروزہ (مرزا مسعود سے) "میرے دل کو تم سے لگاؤ ہی ایسا ہو گیا ہے کہ تمھاری ذرا سی خفگی بھی نہین برداشت ہو سکتی۔ دل مین سوچتی ہون کہ تم اب جو روٹھے ہوئے شادی ہونے سے پہلے ہی تو کس کی طرف توجہ کی تھی جواب کرو گے؟ اور ایسے بیوفاؤن کو دل دینا ہی کیا۔ مگر دل نہین مانتا۔"

مرزا مسعود "ہان دل سے دل کو راہ ہوتی ہے۔ یہ میری محبت کا اثر ہے۔ ورنہ تمھین کسی کا کیون خیال ہونے لگا تھا؟"

فیروزہ ''اور دن کی اور بات ہے۔ اور تمھاری اور بات۔ تم اتنے دنون تک ایسی وضعداری کے ساتھ ملتے رہے ہو کہ خواہ مخواہ دل تمھاری طرف کھنچا جاتا ہے''

اتنے مین ہشو پوران وغیرہ لے کے آگیا۔ حامد حسین نے ان سب چیزون کو لے کے بڑے اہتمام سے دسترخوان بچھایا۔ اور فیروزہ سے کہا ''لے اب ہاتھ دھوؤ''

فیروزہ ''مجھے تو بھوک نہین ہے''

محمود علی ''اجی اب نخرے ہو چکے کھانا کھا لو پھر اطمینان سے بیٹھ کے باتین بنانا''

مرزا مسعود ''اور کیا مین بے کھلائے رہوانگا؟''

حامد حسین ''اب لو! نہ کھاؤ گی تو نہ کھاؤ گی؟''

فیروزہ ''اے تو مجھے کچھ انکار تھوڑے ہی ہے۔ لیکن جو بھوک ہی نہ ہو تو کیسے کھا لون؟''

مرزا مسعود ''جیسے بنے'' یہ کہہ کے زبردستی ہاتھ پکڑ کے فیروزہ کو اٹھایا۔ کمرے کے باہر لے جاکے اپنے ہاتھ سے اُن کے ہاتھ دُھلائے۔ پھر لاکے دسترخوان پر بٹھا دیا۔ اور خود اپنی جگہ پر جاکے بیٹھنے کو تھے کہ بی فیروزہ بولین ''اوئی! اے وہان کہان جاکے بیٹھتے ہو؟ کیا تم نہ کھاؤ گے؟''

مرزا مسعود ''مین تو ابھی ابھی کھا کے آیا ہون۔ تمھاری جان کی قسم نہین کھا سکتا''

فیروزہ ''ماشاءاللہ! کھا سکو یا نہ کھا سکو مگر مین بے کھلائے نہ رہون گی'' یہ کہتے ہی کھینچ کے اپنے برابر بٹھا لیا۔ اور جھٹ نوالہ بنا کے مُنھ مین دینے لگین۔

حامد حسین ''مین دونون نخرہائے۔ بس اس کی یہی تدبیر ہو کہ دونون ایک دوسرے کو کھلائین'' دیر تک یہ سلسلہ جاری رہا کہ فیروزہ جان نوالے بنا بنا کے مرزا مسعود کو کھلاتین اور مرزا مسعود فیروزہ جان کو۔ اس گھڑی کسی کسی وقت مرزا مسعود کو بی بی کا خیال آجاتا اور دل ہی دل مین یہ سوال پیدا ہوتا کہ ''ان سب باتون کی خبر تو ہو ہی جائے گی۔ لیکن اگر انھون نے ذرا بھی اعتراض کر دیا تو کیا جواب دونگا؟'' پھر خود ہی کہتے ''یہ غنیمت ہو کہ بی بی سخت گیر نہین۔ اور باوجود جان جانے کے میری کسی بات سے تعرض نہین کرتین۔ اس طرح اپنی خاطرجمعی کرکے پھر بی فیروزہ کی نازبرداری مین معروف ہو جاتے۔ اور لڑ لڑ کے اُسے کھلانے لگتے۔

کھاتے پیتے اور باتین کرتے تین بج گئے۔ اور گھڑی دیکھ کے مرزا مسعود نے کہا ''بس اب مین جاتا ہون''

فیروزہ ”اے بیٹھو بھی۔ آج رات کو کھانا کھا کے جانا۔“
مرزا مسعود ”نہین۔ بس اب نہین ٹھہر سکتا۔ گھر مین بیٹھی راہ دیکھ رہی ہون گی۔“
فیروزہ۔ (ہنس کے) ”اے تو وہ نگوڑا کون سا دن ہوگا جب تمھارے دل سے یہ بنو بی بی کا ڈر نکلے گا؟“

لیکن ہمارے مرزا صاحب پر اب وحشت سوار ہو چکی تھی۔ اس کا کچھ جواب بھی نہ دیا، ”خدا حافظ“ کہہ کے چل کھڑے ہوئے۔ اور سیدھا گھر کا راستہ لیا۔

ساتوان باب

بی بی کا غصہ

مرزا مسعود فیروزہ کے گھر سے تھوڑی ہی دور گئے ہون گے کہ اپنے گناہون اور ناعاقبت اندیشی کی حرکتون پر تنبہ ہوا۔ اور دل مین کہنے لگے ”آج کی باتین ایسی ہین کہ اگر بی بی کو معلوم ہو گئین تو مین اُنھین منھ دکھانے کے قابل نہ رہونگا۔ اور معلوم ضرور ہون گی۔ آخر میری سمجھ مین نہین آتا کہ مین فیروزہ کے وہان جاتا ہی کیون ہون؟ نہ جاتا اور نہ یہ خرابیان پیدا ہوتین۔ مگر افسوس ہے اُس سے ملے اور اس کی صورت دیکھے بھی نہین رہا جاتا اور اس کی آج کی باتون سے تو معلوم ہوتا تھا کہ اُسے مجھ سے محبت ہے اور سچی محبت ہے۔“

اسی قسم کی باتین کرتے ہوئے چار بجے گھر پہونچے۔ کمرے مین جا کے شروانی اتاری قمیص اتار کے تنزیب کا کرتا پہنا۔ پھر باہر چوکی پر بیٹھ کے ہاتھ منھ دھوئے۔ اور تولیے سے منھ پونچھ رہے تھے۔ کہ عفت آرا باورچی خانے کے انتظام کو ماما پر چھوڑ کے اور جھٹ پٹ اُسے چند ہدایتین کر کے میان کے پاس آئی۔ دل مین چور تو تھا ہی۔ بی بی کی صورت دیکھتے ہی مرزا مسعود پسینہ پسینہ ہو گئے۔ عفت آرا اور اپنی جگہ کچھ سمجھ تو گئی۔ مگر ان کے مطمئن رکھنے کے لیے بولی ”آئین! یہ تم کتنی دور چل کے آئے ہو کہ دشمن پسینہ مین تر بتر ہو رہے ہین؟“

پھر فوراً پیش خدمت کو بلا کے حکم دیا کہ ”میان کے پنکھا جھلو۔“
مرزا مسعود ”نہین کچھ دور تو نہین گیا تھا مگر ذرا تیز اور دوڑتا ہوا آیا ہون۔“
عفت آرا ”تو ایسی کون سی جلدی پڑی تھی کہ مارے گرمی کے ہلکان ہو گئے۔“
مرزا مسعود ”خیر تو اب چا رمنگواؤ۔“

عفت آرا۔ "محمدی سے کہہ آئی ہون۔ تیار کر رہی ہے۔ دم بھر مین لائے گی۔ زیادہ جلدی ہو تو مین خود جا کے بنا لاؤن؟ اب تو گھر ہی مین ٹھہرو گے نا؟ یا کہین جانا ہے؟"

مرزا مسعود۔ "جہان جانا تھا ہو آیا۔ اب کہان جاؤن گا؟"

عفت آرا۔ "تم نے باہر جانے کا وقت ہی عجب رکھا ہے۔ ٹھیک دوپہر یا مین مارے مارے پھرتے ہو۔ اور جو وقت سیر و تفریح کا ہے اُس وقت گھر مین بیٹھے رہتے ہو۔ لوگون کا معمول ہے کہ دو گھڑی دن رہے اپنے کامون سے فراغت کر کے چار و ناچار گھر سے نکلتے ہین۔ اور آٹھ نو بجے رات تک واپس آجاتے ہین۔ مگر تمھارا طریقہ ہی نرالا ہے۔"

مرزا مسعود۔ "اچھا اگر تمھاری مرضی دو گھڑی دن رہے جانے کی ہے تو اُسی وقت جایا کرون گا۔"

عفت آرا۔ "میری مرضی سے کیا تعلق؟ تمھارا جس وقت جی چاہے جایا کرو۔ مین فقط تمھین مشورہ دیدیا کرتی ہون۔ اگر یہ بھی تمھارے خلاف گزرتا ہو تو نہ سہی۔"

عفت آرا کے ان الفاظ مین ناراضی کی بو آتی تھی۔ مرزا مسعود کے دل مین چور پہلے ہی سے موجود تھا سمجھ گئے کہ سب باتین بی بی کو معلوم ہو گئین۔ قریب تھا کہ اپنی بے اعتدالیون کو خود ہی قبول دین اور عجز و الحاح سے عذرخواہی کرین۔ مگر دل مین کہا آج محمود علی سے پچاس پچاس روپیہ کی شرط ہو چکی ہے خود یہ جب تک اپنی زبان سے نہ بتا ئین مین کچھ نہ ظاہر کرون گا۔ اور ٹالنے کے طور پر کہنے لگے "مجھے تم سے کسی بات کی شکایت نہین جانتا ہون کہ تم جو کچھ مشورہ دیتی ہو میرے بھلے ہی کے لیے ہوتا ہے۔"

عفت آرا اُن کی حالت و صورت سے سمجھ گئی تھی کہ آج بھی یہ کسی اچھی جگہ نہین گئے ہین۔ اور ایسے ہی لوگون مین رہے ہین جو انھین خراب کرنے والے ہین۔ بولی "مین تمھین اچھا مشورہ نہ دون گی تو نہ دون گی؟ جانتی ہون کہ تمھاری ہی بھلائی کے ساتھ میری بھلائی ہے۔ اور تم ہی تک مین ہون۔ لیکن اتنا ضرور کہون گی کہ جب تک تم اپنی صحبت نہ بدلوگے گھر کی خیریت نہین ہے۔"

یہ الفاظ سنتے ہی مرزا مسعود کانپ گئے۔ اور دل مین کہا یقیناً انھین سب باتون کی خبر ہو گئی۔ اور خرابی یہ ہے کہ آج مین نے جو کام کیے ہین وہ کسی طرح معافی کے قابل نہین ہین۔ آخر ندامت کے ساتھ جواب دیا "مین تمھارے کہنے سے باہر نہ ہون گا۔"

عفت آرا۔ "آج مین تم سے ایک بات کہتی ہون لیکن پہلے وعدہ کر لو کہ برا تو نہ مانو گے

مرزا مسعود۔ "نہین۔ مین ہرگز برا نہ مانونگا۔ تمھین جو کہنا ہو شوق سے کہو۔"
عفت آرا۔ "تم ماشاراللہ سے پڑھے لکھے اور تعلیم یافتہ ہو۔ انگریزی مین اتنی لیاقت ہو کہ کسی صحبت مین کسی سے کم نہین سمجھے جاسکتے۔ پھر اس کے ساتھ شریف اور عالی خاندان ہو۔ یہی نہین گھر سے خوش حال بھی ہو۔ غریب و محتاج نہین کہ کسی کے سامنے آنکھ نیچی ہوسکے جس اچھی سے اچھی صحبت مین جاؤ گے لوگ ہاتھون ہاتھ لین گے اور سر آنکھون پر بٹھائین گے۔ پھر کیا بات ہو کہ تم کو اچھے اور معزز لوگون کی صحبت مین لطف نہین آتا نہ کبھی تمھین ایسے لوگون کے پاس آتے جاتے سنتی ہون۔ جب سنا یہی سنا کہ ادنی درجے کے ذلیل لوگون مین تھے۔ آخر یہ کیا بات ہے؟"
مرزا مسعود۔ "ہان یہان کے معززین سے تو مجھ سے بالکل راہ و رسم نہین۔ جب تک تعلیم کا سلسلہ جاری رہا کسی سے ملنے کی فرصت نہ تھی۔ مگر اِن لوگون سے اتفاقاً ملاقات ہوگئی۔ اور پھر وہ کچھ اس طرح جی کھول کے ملنے لگے کہ صحبت بڑھی اور میری آمد و رفت زیادہ ہوگئی۔"
عفت آرا۔ "تقریبون مین۔ شادی بیاہ مین۔ اور اسی طرح کے اور بہت سے موقعون پر ممکن نہین کہ تم یہان کے ذی علم اور معزز لوگون سے نہ ملے ہو۔"
مرزا مسعود۔ "ملا کیون نہین؟ بارہا ملنے کا اتفاق ہوا ہے۔"
عفت آرا۔ "پھر اُن سے راہ و رسم کیون نہ بڑھا؟"
مرزا مسعود۔ "اس کو مین سوا اتفاق کے اور کیا کہہ سکتا ہون؟ بات یہ ہو کہ جس صحبت مین انسان کا ایک دفعہ دل لگ جاتا ہے اُسی صحبت مین دوبارہ جایا کرتا ہی اس کے علاوہ یہ بھی ہو کہ جو کوئی آپ سے جھک کے ملتا ہی اُسی سے خود بھی ملنے کو جی چاہتا ہی ان لوگون کی باتون مین مجھے لطف آیا۔ اور پھر انھون نے ملاقات کے بڑھانے کی کوشش کی۔ زیادہ لطف پیدا ہوگیا۔ دیگر امرا و صاحب علم لوگون سے ملنے کا تو اکثر اتفاق ہوا۔ مگر انھون نے میری طرف چندان توجہ نہ کی پھر کوئی وجہ نہ تھی کہ میرے دل مین ان سے ملنے کا شوق پیدا ہوتا۔"
عفت آرا۔ "ہان یہ تم نے سچ کہا۔ لیکن کبھی تم نے اس پر بھی غور کیا کہ ان لوگون نے جن سے تم ملتے ہو تمھاری طرف توجہ کی تو کیون کی؟ اور اُن لوگون نے جو زیادہ

اشتیاق نہین ظاہر کیا تو کیون ؟"

مرزا مسعود "نہین مین نے ان باتون کا کبھی خیال نہین کیا"

عفت آرا "تو اچھا - آج اِس پر غور کرو اور کل مجھے بتانا کہ اس کا کیا سبب تھا؟ اب دن بہت کم رہ گیا ہے - مجھے ابھی کھانے وغیرہ کا انتظام کرنا ہے - اگرچہ امی جان (ساس) سب کامون کو دیکھ لیتی ہین - اور نہین پسند کرتین کہ مین زیادہ کام کاج مین پھنسی رہون - مگر مین نہین چاہتی کہ انھین تکلیف ہو - رات کو سات بجے سے نو بجے تک بیٹھ کے پڑھنا اور سبق یاد کرنا ہے - اِس لیے مجھے اجازت دو کہ دم بھر کے لیے جا کے سب کامون سے فراغت کر آؤن"

مرزا مسعود "جاؤ مگر مین اکیلا بیٹھ کے گھبراؤن گا"

عفت آرا "اسی لیے کہتی ہون کہ دوپہر کو مارے مارے پھرنے کے بجاے تم اس وقت گھر سے نکل کے سیر کیا کرو - لیکن اگر اس مین کوئی مضائقہ ہو تو مجھے اصرار نہین"

مرزا مسعود "خیر دیکھا جائے گا - اب تم جا کے اپنا کام کرو"

اس کے بعد عفت آرا نے ایک گلوری بنا کے مرزا مسعود کو دی اور اُٹھ کے چلی گئی - اس کے جانے کے بعد مرزا مسعود نے دل بہلانے کے لیے ایک ناول اُٹھا لیا - جو ابھی حال مین شائع ہوا تھا - اور لوگون مین اُس کی شہرت ہو رہی تھی - ناول بہت ہی دلچسپ تھا - اور ممکن نہ تھا کہ کوئی اُس کے دو چار صفحے پڑھے اور بے ختم کیے رہ سکے مگر مرزا مسعود کی پریشان خیالی اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ ہر واقعہ پر کوئی اپنا واقعہ یاد آ جاتا - اور اُسی مین پھنس کے رہ جاتے تیسرے باب مین مصنف نے ہیروئن کے حسن و جمال کی تصویر کھینچنے مین زور قلم دکھایا تھا - اُس کے چشم و ابرو - لب و رخسار اور خط و خال سے مرزا صاحب کا خیال بی فیروزہ جان کے چہرے پر جا پہونچا - اور دل مین کہنے لگے "ہر مصنف کا معمول ہے کہ کسی حسین کا نقشہ کھینچتے وقت کسی پری جمال کے چہرے کو پیش نظر کر لیا کرتا ہے - اس ناول کے مصنف نے جس وقت یہ خیالات ظاہر کیے ہین - اور حسن کی دلفریبی کو دکھانا چاہا ہے معلوم ہوتا ہے فیروزہ ہی کی صورت اُس کے خیال کے سامنے تھی - ورنہ اتنی مشابہت نہین پیدا ہو سکتی تھی" کچھ دیر تک تو اس سراپا کے ایک ایک فقرے کو زیادہ مزہ لے لے کے

پڑھا۔ اور پھر ناول کو چھوڑ کے اپنے افکار و تردّدات میں پڑ گئے۔ اور کہنے لگے "یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایسی دلبر باصورت کو چھوڑ دوں خصوصاً جبکہ وہ مجھ سے محبت بھی رکھتی ہے"

اب شام ہو گئی تھی۔ آفتاب غروب ہو گیا تھا۔ طیور بڑے جوش و خروش کے ساتھ آباد اور پُر شور دنیا سے رخصت ہو رہے تھے۔ مندروں میں گھنٹوں تھالیوں اور سنکھوں کی آوازوں سے شور محشر بپا تھا۔ اور انھیں میں ملی ہوئی منادیاں توحید یعنی مؤذنوں کی آوازیں مسجدوں سے آ رہی تھیں۔ آسمان پر فرشتوں نے تاروں کے چراغ روشن کرنا شروع کیے۔ ادھر دنیا میں بھی ہر گھر میں روشنی کا اہتمام ہو رہا تھا۔ اور چراغ روشن ہوتے جاتے تھے۔

یہ حالت اور وقت دیکھ کے عفت آرا مغرب کی نماز پڑھنے کے لیے اپنے کمرے میں آئی۔ اچھی کہاری کو پکار کے حکم دیا کہ کمرے میں لیمپ روشن کرو۔ اس اثنا میں اس کی نظر مرزا مسعود پر پڑی تو نظر آیا کہ ناول ان کے ہاتھ میں ہے۔ نظر زمین پر جمی ہوئی ہے۔ اور دل خدا جانے کہاں ہے۔ ان کے اس عالم استغراق کو ذرا ٹھہر کے غور اور حیرت سے دیکھا۔ پھر مسکرا کے بولی "اے یہ تم کتاب پڑھ رہے ہو؟"

مرزا مسعود "(چونک کے اور اپنے کو سنبھال کے) ہاں کتاب دیکھتے دیکھتے میں کسی اور فکر میں پڑ گیا تھا"

عفت آرا "میں یہ تو نہ پوچھوں گی کہ وہ نگوڑی کون سی ایسی فکر ہے جس نے ایسی دلچسپ کتاب بھی بھلا دی۔ لیکن اب مغرب کا وقت آخر ہوا جاتا ہے۔ نماز بھی یاد ہے یا اُسے بھی بھول گئے؟"

مرزا مسعود "ہاں پڑھوں گا۔ اور اب کام کا وقت آ ہی گیا۔ نماز کے بعد ہم کو تم کو ابھی ابھی کتابیں لے کے بیٹھنا ہے"

عفت آرا "کیا قانون کی کتابوں کو بھی ایسی ہی توجہ سے پڑھا کرتے ہو جیسے کہ اس وقت اس ناول کو پڑھ رہے تھے؟ اسی طرح کا مطالعہ ہے تو خدا ہی حافظ ہے۔ اور میں سمجھتی ہوں کہ قانون کی کتابیں اگر اسی طرح پڑھا کرو گے تو ایک سال کیا دس سال میں بھی پتہ نہ لگ سکے گا کہ اس علم سے تمھاری طبیعت کو مناسبت ہے یا نہیں"

مرزا مسعود "بیشک۔ مگر میں وعدہ کرتا ہوں کہ ہفتہ ہی دو ہفتے کے اندر میں ان کتابوں کو پوری توجہ سے پڑھنے لگوں گا۔ اور ابھی دو چار روز کے لیے اگر مجھ سے

بے توجہی ظاہر ہو تو تم معاف کر دو"

عفت آرا "(خلاف عادت ذرا از ورسے ہنس کے) "میں معاف کرنے والی کون؟ سچ پوچھو تو تمھیں اُن کتابوں ہی سے معافی مانگنی چاہیے جنھیں بے توجہی سے پڑھ کے تم اُن کی توہین کرتے ہو۔ یا خود اپنی ذات سے قصور معاف کراؤ۔ جس پر ضروری تعلیم کی طرف سے بے پروا ہو کے تم انتہا درجے کے ظلم کرتے ہو"

مرزا مسعود "واللہ تمھاری طبیعت داری کا بھی قائل ہوں۔ میں نے اس زندگی میں جتنی عورتیں دیکھیں اُن میں سے کسی میں بھی یہ بات نہیں پائی۔ اور نہ میرے خیال میں کبھی گزرا تھا کہ عورتوں میں بھی ایسی خیال آفرینی ہو سکتی ہے۔ تم اگر شعر کہتی ہوتیں تو بڑی نازک خیال شاعرہ ہوتیں۔ اور اس نازک اندامی پر نازک خیالی خدا جانے تمھیں کیا ثابت کر دیتی"

عفت آرا "بس اب زیادہ داد نہ دیجیے۔ اور ایسا نہ ہو کہ میری قدر دانی کے پیچھے مغرب کی نماز القط ہو جائے"

مرزا مسعود "نماز کیوں القط ہونے لگی تھی۔ یہ کہتے ہی مرزا مسعود وضو کرنے کے لیے باہر گئے۔ اور عفت آرا نے جسے وضو تھا جانماز بچھائی۔ اور نیت باندھ کے نماز میں مشغول ہو گئی۔ وہ نماز ہی میں تھی کہ مرزا مسعود نے بھی آ کے نماز شروع کی اور قبل اس کے کہ وہ سلام پھیریں عفت آرا اُٹھ کے پھر باورچی خانہ چلی گئی۔ اُس کے جانے کے پانچ منٹ بعد مرزا صاحب نماز سے فارغ ہوئے۔ کمرے میں لیمپ روشن تھا۔ اور مقررہ مطالعۂ شب کا وقت آ گیا تھا دل میں کہا "آج اتفاق سے مجھے بھی موقع مل گیا ہے کہ بی بی کو خود کو تو وقت آ گیا اور کتاب لے کے نہیں بیٹھیں۔ وہ روز مجھے کسی نہ کسی بات پر ٹوک دیا کرتی ہیں اور مجھے قائل ہو جانا پڑ جاتا ہے۔ آج مجھے موقع مل گیا ہے تو چوکنا نہ چاہیے۔ کیونکہ پھر ایسی گرفت کا موقع نہ ملے گا" دل میں یہ منصوبہ ٹھہرا کے آواز دینے ہی کو تھے کہ عفت آرا بھی آ گئی اور بولی "اب تو کتابوں کے مطالعہ کا وقت آ گیا۔ ایں تم نے ابھی تک اپنی کتابیں نہیں نکالیں؟"

مرزا مسعود "اسی کا منتظر تھا کہ تم آ لو تو کتابیں نکالوں"

عفت آرا "لو میں بھی آ گئی۔ یہ کہتے ہی لپک کے اپنی کتابیں اُٹھا لائی اور لیمپ کے قریب بیٹھ گئی۔ مرزا مسعود نے بھی اپنی قانون کی کتابیں نکالیں۔ پھر

عفت آرا کی طرف دیکھا اور بولے "واللہ میں تم سے کبھی پیش نہ پاؤں گا"
عفت آرا "یہ کیوں؟"

مرزا مسعود "اس وقت دل میں ارادہ کر رہا تھا کہ تمہیں ٹوکوں اور کہوں کہ کتب بینی کا وقت آ گیا اور تم غائب ہو۔ لیکن زبان سے ہنوز کہنے نہیں پایا تھا کہ تم خود ہی آ بیٹھیں خیر اب اپنا کام کرو۔ کیونکہ اب باتوں کا وقت نہیں ہے"

اس کے بعد ۹ بجے تک دونو میاں بی بی کتب بینی میں مشغول رہے۔ مرزا مسعود بعض اوقات کتاب دیکھتے دیکھتے کسی سوچ میں پڑ جاتے۔ اور ایسی حالت میں جب کبھی عفت آرا کی نظر اٹھ جاتی تو وہ بے تکلف "اے تم کہاں ہو؟" کہہ کے چونکا دیتی اور وہ پھر اپنے مطالعہ میں مشغول ہو جاتے۔

گھڑی میں نو بجتے ہی دونوں نے اپنی اپنی کتابیں بند کیں۔ اور باتیں شروع ہونے کو تھیں کہ عفت آرا نے کہا "جو جی چاہے تو میری کتاب کے دو چار صفحے سن لو" مرزا مسعود نے اجازت دی۔ اور عفت آرا نے "روسینڈ فورڈ اینڈ مرٹن" کے چار صفحے سنائے دو چار فقروں میں شبہ تھا اُن کا مطلب سمجھا اور دروازہ کھول کے ماما کو خاصہ لانے کا حکم دیا۔ حکم کے ساتھ ہی اچھی کہاری نے سلفچی آفتابہ لا کے ہاتھ دھلائے۔ فہیمن نے دسترخوان بچھا کے کھانا چنا۔ اور دونوں بیٹھ کے کھانے لگے۔

کھانے سے فراغت ہوتے ہی عشا کی نماز پڑھ کر دونوں اپنے اپنے پلنگ پر لیٹے۔ اور نیند کا انتظار کرنے لگے۔ رات نہایت ہی خاموشی میں گذری۔ اور سوا اس کے کل کی طرح آج بھی مرزا مسعود کی جب آنکھ کھلی بی بی کو جاگتے ہی پایا اور کوئی بات نہیں پیش آئی۔

صبح کو مرزا مسعود وضو و نماز سے فراغت کر کے اور چاہ پی کے بیٹھے تھے کہ عفت آرا نے ایک گلوری بنا کے دی۔ اور کہا "تم قانون کی کتابیں دیکھتے تو ہو مگر میرے نزدیک ایک بات کی اور ضرورت ہے اور سخت ضرورت جس کے بغیر تمہیں قانون سے اُنس پیدا ہونا مشکل ہے"

مرزا مسعود "وہ کیا؟"
عفت آرا "تم کسی وکیل یا ایسے شخص سے جس کا پیشہ ہی قانون ہو راہ و رسم پیدا کرو۔ اور روز اُس کی صحبت میں بیٹھا کرو۔ اور اگر بن پڑے تو اس کے محرر سے مل کے

مقدموں کے چلانے کا طریقہ اور اُس کی کارروائی دیکھا کرو۔ یوں قانون سمجھ میں بھی خوب آئے گا۔ اور تمہیں اُس کے برتنے کی کیفیت نظر آئے گی۔ اور بات یہ ہے کہ جب تک تم وکیلوں میں بیٹھ کے اُن کی بحثیں نہ سنو گے۔ اور اُن کے سوال و جواب نہ دیکھو گے تمہارے دل میں قانون کا شوق نہیں پیدا ہو سکتا۔ میرے نزدیک تو تم خود ہی کوئی ایسی صحبت ڈھونڈھ نکالو۔ اور جو تم سے نہ بنے تو میں کوشش کر کے کسی قابل اور مشہور وکیل سے ملوا دوں۔"

مرزا مسعود۔ "تم کیسے کوشش کر کے ملوا دو گی؟"

عفت آرا۔ "میں ابا جان (خسر) سے کہوں گی۔ اور مجھے یقین ہے کہ وہ کوئی نہ کوئی انتظام ضرور کر دیں گے۔"

مرزا مسعود۔ (ذرا تامل کر کے) "تم بھی سچ پوچھتی ہو تو میرا جی نہیں چاہتا کہ پرانے دوستوں کو چھوڑ کے نئے احباب پیدا کروں۔"

عفت آرا۔ "تو پھر (ایک ٹھنڈی سانس لے کے) اس گھر کا خدا ہی حافظ ہے۔"

مرزا مسعود۔ "(حیرت سے) یہ کیوں؟" اور یہ کہتے ہی بی بی کے چہرے پر نظر ڈالی تو اُس کا خوبصورت چہرہ اندرونی جذبات سے تمتما اٹھا تھا۔ کسی غیب دان کاہنہ کی طرح اُس کے خط و خال پُراسرار بن گئے۔ آنکھوں سے روحانی قوت والے مرتاضوں کی سی چمک اور ہر نظر پر غالب آجانے والی تیزی نمایاں ہوئی۔ اور نہایت ہی جوش میں بھری آواز میں بولی۔ "اس لیے کہ تمہارے دوست صرف دو لچے شہدے ہیں اور ایک بازار کی بیٹھنے والی فاحشہ عورت۔ تم گھر سے نکل کے دو قدم نہیں جانے پاتے ہو کہ وہ تمہیں آ لیتے ہیں۔۔۔"

مرزا مسعود۔ (ذرا ضبط کر کے) "اچھا بتاؤ کل مجھے رستے میں کون ملا تھا؟"

عفت آرا۔ "تم اسی سوچ میں تھے کہ کہاں جاؤں کہ مٹھو حلوائی مل گیا۔ تم نے اسی بات کا اندیشہ ظاہر کیا کہ مجھے ہر بات کی خبر ہو جاتی ہے۔"

مرزا مسعود۔ (ندامت کے ساتھ) "بے شک سچ تو ہے" کہہ کے بی بی کی صورت دیکھی تو دوسرا ہی چہرہ تھا۔ ملال اور غصے کے آثار نمایاں تھے۔ ناگہاں ایک زہر خند نے جو اُس پُرجوش چہرے کو گویا سراپا بشاش بنا دیا۔ اور بولی "میری جان آج تم پہلی ہی بار"

مل جائین گے - اور سچ پوچھتے ہو تو اُن پر میرا حق ہی - لیکن مین ایسی جوے کی حرام رقم کو لینا نہین چاہتی "

اب مرزا مسعود کی حالت دگرگون تھی چہرے پر گویا خون کی چھینٹ بھی نہین باقی تھی - کاٹو تو لہو نہ تھا بدن مین - دل دھڑک رہا تھا - اور ہاتھ پاؤن مین رعشہ پڑا جاتا تھا - کبھی ہوئی نظر اُٹھا کے بی بی کا پر جلال چہرہ دیکھتے اور خوف وندامت کے دباؤ سے پھر آنکھین نیچے جھک جاتین - اتنے مین عفت آرا نے کہا "اب تمھین روپیہ کی ضرورت بھی زیادہ ہی - ایسی تدبیرون سے نہ پیدا کروگے تو کہان سے آئے گا ؟ کل پیٹ بھری فاقہ زدہ کے کھانے کے لیے دو روپیہ کی پوریان شیرمالین - بالائی اوٹھائی آئی تو آج اُن کا دوزخ بھرنے کے لیے چار روپیہ کی ضرورت ہوگی - اور اسی پر کیا موقوف ہو محمود علی اور حامد حسین کی کوشش سے صفائی ہو ہی گئی ہو - تم نے اپنا قصور معاف کرا ہی لیا ہے - فیروزہ کے حسن وجمال کی بے انتہا تعریفین محمود علی کے اشارے سے ہو ہی چکی ہین - اپنی فریفتگی اور دل کے ہاتھ سے نکل جانے کا اقرار کر ہی چکے ہو اب کیا ہے - روز بروز روپیہ کی زیادہ ضرورت پیش آئے گی - پھر ایسے طریقون سے روپیہ نہ کماؤ گے تو دلداری و نازبرداری کیسے ہوگی ؟ "

اب مرزا مسعود مین زیادہ سننے کی تاب نہ تھی - بے اختیار ہاتھ جوڑ کے بی بی کے پاؤن پر گر پڑے - اور کہا "تم جو کچھ کہتی ہو سچ ہے - سرِمو فرق نہین - اور بیشک مین تمھارا گنہگار ہون "

عفت آرا - (بڑے ہی جوش سے) "میرے ہرگز گنہگار نہین - جو گنہگار ہو تو خدا کے گنہگار ہو - رسول کے گنہگار ہو - خاندان کے گنہگار ہو اپنے مان باپ کے گنہگار ہو - اور خود اپنے اور اپنے ایمان کے گنہگار ہو "

مرزا مسعود - بیشک گنہگار ہون - اور ان سب کا گنہگار ہون میرا نفس مجھ پر لعنت ملامت کر رہا ہے "

عفت آرا - لیکن اس کا کیا علاج کہ جس صحبت مین تم پڑے ہوئے ہو اس مین روپیہ کی ضرورت بڑھتی ہی جائے گی - کل شرط جیت کے تم نے روپیہ پیدا کیا آج جوے خانے مین پہنچو گے - اور کل جب ان تدبیرون سے بھی

روپیہ نہ ملے گا تو چوری کو نکلو گے"

مرزا مسعود" (سر سے پاؤن تک کانپ گئے) بس اب اس سے زیادہ سننے کی تاب نہین - خدا کے لیے میرا قصور معاف کرو - اور اپنی زبان کو روکو - اب اس سے بڑھ کے زیادہ ذلت نہین ہو سکتی - اور خود میری نظر مین اس وقت ساری دنیا مین مجھ سے زیادہ ذلیل و قابل نفرت کوئی نہین ہے - مین تمھارے کہنے سے باہر نہین ہون خود تم نے اجازت دی تھی جس کی وجہ سے مجھے وہان جانے کی جرأت ہوئی - ورنہ مین ہرگز نہ جاتا اور اب اگر تم منع کرتی ہو تو اقرار کرتا ہون کہ نہ جاؤن گا"

عفت آرا" تو ان باتون کا ملزم تم مجھے ٹھیراتے ہو! ہان - ہان - مین ملزم ہون اور مین نے کہا تھا کہ دل بہلانے کے لیے چلے جایا کرو - لیکن اس وقت تک تمھاری اس صحبت کو ایسا نہین سمجھے ہوئی تھی - تمھارے ان موسے دوستون کو مین شریف نیک اور تمھارا خیر خواہ جانتی تھی - اور اب معلوم ہوا کہ وہ مونڈی کاٹے شہدے لچے اور فیروزہ کی دُکان داری کے دلال ہین - فیروزہ کے ساتھ تم کو جو اُنس تھا اُس کو تمھاری پاکبازی اور نیک نفسی پر بھروسہ کر کے مین تمھارے حق مین اتنا برا نہین جانتی تھی - مگر اب معلوم ہوا کہ وہ مردار پوری حرافہ ہے اور تم مین وہ استقلال نہین جس کا مجھے بڑا بھروسہ تھا"

مرزا مسعود" ہان میرے قدم کو لغزش تو ہو گئی"

عفت آرا" تمھارے دل مین جمی ہوئی ہے کہ فیروزہ کو تم سے دلی محبت ہے مگر اُس کا حال مجھ سے سنو - وہ پوری رنڈی ہے اور تمھین پھانس کے تباہ کرنا چاہتی ہے - اور تمھارے دونون دوست اس کی سازش مین شریک ہین اور اس اُدھیڑبن مین لگے ہین کہ تمھین گھر بار سے چھڑا کے تباہ و برباد کر دین - اور تمھاری دولت لٹا کے مزے اُڑائین - تمھارے گھر والے مین آگ لگائین اور خود بیٹھ کے تاپین"

مرزا مسعود" مین تو ان کو ایسا نہین سمجھتا تھا - لیکن تم کہتی ہو تو سچ ہی ہوگا - مجھے مجال انکار نہین"

میان کو ہر بات پر اور ہر بار اظہار عجز کرتے دیکھ کے عفت آرا کا جوش کم ہوا - ذرا نرم پڑی اور کہا " لے اب پڑھنے کا وقت آ گیا - اپنی کتاب نکالو - اور مین بھی

باورچی خانہ کا انتظام کرکے آتی ہون"۔ مرزا صاحب کو بہت غنیمت معلوم ہوا۔ جھٹ اپنی کتابین اُٹھا کے مطالعہ کرنے لگے۔ دم بھر مین عفت آرا بھی آ گئی۔ اور دونون میان بی بی کمرے مین بند ہو کے اپنی تعلیم مین مشغول ہوئے۔

آٹھوان باب

روز روز کا کچا چٹھا یہان پہونچ جاتے

کل مرزا مسعود جیسے ہی فیروزہ کے گھر سے اُٹھ کے آئے محمود علی نے ایک قہقہہ مار کے کہا "بُھئی کھانے خوب کھانے مین آئے مگر (فیروزہ سے) بی صاحب تم تو بیٹھے ہی بیٹھے اکھڑی جاتی تھین"

فیروزہ "ہان مجھے تمھاری یہ بات پسند تو نہین آئی مفت مین بیچارے کے دو دو پیہ خواہ مخواہ لگوا دیئے"

محمود علی "جی بجا ہو دل مین ایسا ہی ترس خدا ہے تو یہ پیشہ چھوڑ دو تمھین اپنے مطلب سے مطلب رکھنا چاہیئے۔ کسی کے لٹنے یا تباہ ہونے سے غرض"

حامد حسین "مگر انھین ان کے ساتھ محبت بھی ہے۔ بیچاری دل کے ہاتھون مجبور ہین"

حامد حسین کی باتون سے پہلے تو فیروزہ سمجھی تھی کہ یہ میری طرفداری کر رہے ہین مگر جب آخر میں انھون نے بنانا شروع کیا تو اُن کی صورت دیکھ کے خاموش ہو رہی۔ پھر محمود علی کی طرف دیکھ کے کہا "اچھا اب جا کے پچاس روپیون کی فکر کرو۔ مین ابھی سے کہے دیتی ہون کہ مرزا مسعود کی جورو کو کل کی تمام باتون کی خبر ہو گئی ہوگی۔ اور تھوڑی دیر مین آ کے دو روپیہ کا تقاضا شروع کرین گے"

محمود علی "جاؤ اپنا کام کرو یہان کچی گولیان نہین کھیلے ہین۔ آخر انھین خبر ہو جانے کا کوئی ثبوت بھی دین گے۔ یا یونہین تقاضا شروع کر دین گے؟"

فیروزہ "دھاندلی کی اور بات ہو ورنہ مرزا کبھی جھوٹ نہین بولتے"

محمود علی "مگر جس بارے مین خود ہی دعویدار اور خود ہی جھیلنے والے ہون اُس مین فقط ان کے کہنے سے کون مان لے گا کہ مین ہار گیا؟ ہرگز نہین ہو سکتا"

فیروزہ "تو تم نے یہ پہلے ہی کہہ دیا ہوتا کہ اپنے جیتنے کا ثبوت بھی پیدا کر رکھو تا کہ وہ گواہی کا انتظام کر رکھتے"

محمود علی: "مجھے کیا غرض پڑی تھی کہ مفت میں انھیں خلاف سبق پڑھاتا۔ کیا وہ ننھے ہیں؟ سمجھتے نہیں ہیں؟"

حامد حسین: "واہ استاد واہ! ماشاءاللہ مانتا ہوں۔ اِس گُرک کا تو میں بھی قائل ہو گیا۔ مرزا مسعود ہزار لکھ پڑھ جائیں مگر ابھی لونڈے ہیں۔"

محمود علی: "ہئی ہیں۔ خالی خولی بی اے ہو جانے سے لیاقت تھوڑی ہی آجاتی ہے۔ چند روز ہماری صحبت میں بیٹھیں گے تو آدمی بنیں گے۔"

فیروزہ: "خیر یہ تو ہوتا ہی رہے گا۔ مگر اب ہمیں کوئی ایسا جاسوس پیدا کر لینا چاہیے جس کے ذریعہ سے اُن کے گھر کے اندر کے روز روز کے حالات معلوم کریں۔ ادھر میاں بی بی میں باتیں ہوں اور اُدھر ہمارے پاس تار برقی۔"

حامد حسین: "بس ہاں روز روز کا کچا چٹھا یہاں پہونچ جایا کرے ورنہ کام نہیں چلے گا۔"

فیروزہ: "مرزا مسعود کی طرف سے کوئی اندیشہ نہیں۔ وہ بھونپا؟ آدمی پسند ہوا چاہیے۔ ہاں خوف ہے تو اُن کی بی بی کا ہے۔"

حامد حسین: "بڑی سیانی عورت ہے۔ ہمری کا بنی تھی۔ جمعدار صاحب آٹھ روپیہ مہینہ دیتے تھے۔ مگر میں نے منظور نہیں کیا۔ فوج کی نوکری زمین کے نیچے تھی۔ معاملہ ٹھہرا۔ ایک ذرا سی تمنا برابر گولی میں آ کر ٹین سے رہ جاتا ہے۔ اُس نے اُس سے کہا بیٹا جان ہے تو جہان ہے۔ لڑکا ہے نیکبخت اور میرے کہنے میں۔ بس اُس نے انکار کر دیا۔"

محمود علی: "ہاں بھئی۔ کیا میں جانتا نہیں ہوں کہ بڑا نیکبخت لڑکا ہے؟ اسی وجہ سے تو وہ ڈر آیا کہ ایسا آدمی ذرا دشوار ہی سے ملے گا۔ تو یہی آٹھ روپیہ مہینہ میں بھی دوں گا۔ آٹھ پر کیا موقوف ہے دس جو مانگے گا دوں گا۔"

دلار بخش: "تو میں آج ہی بلوا بھیجوں گا۔ بس پرسوں تک آجائے گا۔"

محمود علی: "تو وہ گیا کہاں ہے؟"

دلار بخش: "منصور پور کا گون گیا ہوا ہے جو یہاں سے کوئی پانچ چھ کوس ہو گا۔"

محمود علی: "اچھا تو جہاں تک بنے جلدی بلا دو۔ اور ہاں مجھے تم سے ایک اور کام

بھی ہو آج کسی وقت چھٹی ہو تو ذرا میرے گھر تک چلے آنا۔"

مدار بخش "حاضر ہوں گا۔ مگر کیا ہوں ڈیوڑھی کے کاموں سے چھٹی ہی نہیں ملتی۔"

محمود علی "تو یہ بتا دو کہ کس وقت تک آجاؤ گے؟ تاکہ میں گھر میں ٹھہر کے تمہارا انتظار کروں۔ دیکھو جہاں تک ہو جلدی آنا۔"

مدار بخش "بس میں نو بجے پہونچ جاؤں گا۔"

محمود علی "اچھا اور آج تمہارے میاں کہیں گئے نہیں؟"

مدار بخش "گیارہ بجے کے گئے ہوئے تو ابھی ابھی آئے ہیں۔ اب کہاں جائیں گے؟"

محمود علی "میں جانتا ہوں بی بی اچھی ہیں یا تو وہ زمانہ تھا کہ سوارات کو آکے پڑ رہتے کے گھر میں کبھی صورت نہ دکھائی دیتی تھی یا آج کل کا زمانہ ہے کہ گھر سے نکلنے کو جی ہی نہیں چاہتا۔"

مدار بخش "ہاں میاں دولھن ہیں بہت اچھی۔ اندر باہر جو ہے اُن کا دم بھر رہا ہے ماما اصیلیں نوکر چاکر سب خوش ہیں۔"

محمود علی "کیوں جی۔ تمہارے یہاں سرکار میں اندر باہر سب کتنے آدمی نوکر ہوں گے؟"

مدار بخش "ادھر بڑی (مرزا مسعود کے والد کی) ڈیوڑھی میں تو بہت سے آدمی ہیں لیکن یہاں ہماری سرکار میں باہر تو ایک میں ہوں۔ اور دوسرا حسین علی ہے باقی رہا اندر تو خدا جیتا رکھے ایک ہماری ماما ہے۔ ایک فیضن پیش خدمت ہے۔ اور ایک اچھی کہاری ہے۔"

محمود علی "اچھی! اچھی کون؟ اجی وہ تو نہیں جو نواب باقر علی خان کے ہاں تھی؟ گوری اور ذرا اکہری سی ہے۔ وہی نا؟"

مدار بخش "ہاں ہاں وہی۔"

محمود علی "واللہ خوب پتہ لگا۔ میں تو اس کی تلاش میں تھا۔ یہاں وہ کب آئی؟ اور کب سے نوکر ہے؟"

مدار بخش "کوئی سات آٹھ مہینے سے وہ یہاں نوکر ہے۔ اور بی بی اس سے بہت خوش ہیں۔"

محمود علی "کون؟ تمہاری سرکار کی والدہ؟"

مدار بخش "نہیں حضور ہماری دولھن بیگم اُسے بہت چاہتی ہیں اور اُس کے

حال پر بڑی مہربان ہین "

محمود علی " ہے بھی وہ بڑی چلبلی - اور باتین بھی خوب کرتی ہے - اس کے علاوہ ابھی جوان ہے اُس کی صحبت مین دولھن بیگم کا دل لگا ہی چاہیے - تو بس اب مین جاتا ہون رات کے نو بجے تک منتظر رہون گا - دیکھو بھول نہ جانا "

مدار بخش " حضور مین ضرور حاضر ہون گا "

یہ اقرار لے کے میان محمود علی نے اپنے گھر کی راہ لی - دل مین بہت خوش تھے کہ بڑا مطلب نکل گیا - قدم بڑھاتے جاتے تھے اور آپ ہی آپ کہتے جاتے تھے کہ " اس اچھی کہاری سے بس خوب کام نکلے گا - اسے جیسے بنے پھانسنا چاہیے یہ ہمارے قابو مین ہوئی اور سارا کام بن گیا "

ادھر اُدھر کی سیر کرتے اور پھرتے پھراتے شام کو گھر پہونچے - اور مدار بخش کا انتظام کرنے لگے - آٹھ بج کے چند ہی منٹ گذرے ہون گے کہ مدار بخش نے دروازے پر آواز دی اور محمود علی بڑے شوق سے لپک کے باہر آئے اور کہا " بھی خوب آئے - تمھارے انتظار مین آج کہین نہین گیا - پہلے یہ کہو کہ اپنے بیٹے کو بھی بلوا بھیجا یا نہین ؟ "

مدار بخش " حضور ابھی نہین بلوایا - کل دہات کا جانے والا مل گیا تو بلوا لون گا - مجھے جانے کی چھٹی نہین ہے "

محمود علی " تو بھی جلد بلواؤ مجھے بڑی ضرورت ہے "

مدار بخش " کل یہان تک بنے گا کسی کو ڈھونڈھ نکالونگا جو وہان جا کے اس کو خبر کر دے -

محمود علی " ہان ایک بات اور ہی - تم اس مین ذرا کوشش کر دیتے تو بڑا احسان ہوتا -

مدار بخش " آپ فرمائین تو سہی ؟ "

محمود علی " کسی تدبیر سے اس اچھی کو مجھ سے ملا دیتے - مجھے مدت سے اُس کی ملاقات کا شوق ہے - کیا کہون کیسے پاپڑ بیل چکا ہون مگر وہ کسی طرح ہتھے نہ چڑھی "

مدار بخش - (ہنس کے) " مگر حضور وہ بڑی سیانی ہے اُس کا فقرے پر چڑھنا آسان نہین - ظاہر مین تو بڑی چلبلی اور شوخ ہے - بوٹی بوٹی پھڑکتی ہے - اور معلوم ہوتا ہے کہ بڑی آوارہ اور خراب ہو گی - مگر اصل مین اتنی آوارہ نہین جتنی کہ نظر آتی ہے "

محمود علی " اجی تم مجھ سے ملا تو دو - پھر دیکھنا کہ مین کیا کرتا ہون - پری کو شیشے مین

اُتارنا ہمارا کام ہی ہی۔ اچھے اچھون کو تو پھانس ہی لیا ہے۔ وہ بیچاری کیا مال ہی۔ اور اُس کی ہستی ہی کیا۔ مگر اُس مین اک ذرا سا رسیلا پن ایسا ہے کہ ملنے کو جی چاہتا ہے۔ (دو روپیہ مدار بخش کے ہاتھ مین رکھ کے) اب اِس وقت یہان تک آئے ہو تو خالی ہاتھ کیا جاؤ گے"

مدار بخش۔ (روپیہ ازار بند مین باندھتے ہوے) "خدا جیتا رکھے۔ مگر مجھے میان امید نہین کہ اچھی پر زور چل سکے۔ لیکن خیر ایک تدبیر کرون گا۔ مگر اس مین کوئی پانچ روپیہ آپ کے خرچ ہون گے"

محمود علی "منظور ہے۔ (پانچ روپیہ اور دے کے) مگر اتنا بتا دو کہ مجھے کب تک انتظار کرنا پڑے گا؟"

مدار بخش "آپ پرسون صبح کو مجھ سے ملین اُس وقت بتاؤن گا کہ مین نے کیا کیا ہی؟"

محمود علی "کل نہین ہو سکتا؟"

مدار بخش "حضور اتنی جلدی مشکل ہے ہتھیلی پر سرسون نہین اُگائی جاتی"

محمود علی "خیر کوئی مضائقہ نہین۔ پرسون سہی اس دن یقین ہی کہ تمھارا بیٹا نبی بخش بھی آجائے گا"

مدار بخش "جہان تک بنے گا اُسے بھی بلا لون گا"

محمود علی "اچھا تو بس ٹھہر گئی"

مدار بخش "جی ہان ٹھہر گئی مین اپنی سی کوئی اٹھا نہ رکھونگا۔ اچھا تو آداب عرض کرتا ہون"

محمود علی "خدا حافظ!" رخصت ہوتے وقت مدار بخش تو اپنی ڈیوڑھی کو واپس روانہ ہوا اور میان محمود علی نے بی فیروزہ جان کے گھر کی راہ لی"

نوان باب

معشوقۂ دلربا سے ملنے کی اجازت

مدار بخش جب محمود علی سے مل کے واپس چلا ہی اُس کے تھوڑی دیر بعد اِدھر دس بجے اُدھر مرزا مسعود اور عفت آرا مطالعۂ کتب اور تعلیم سے فارغ ہوے کتابین بند کین اور عفت آرا نے اپنی اور میان کی کتابون کو میز پر لیجا کے رکھا اور پوچھا "اب کھانا کھانے کو جی چاہتا ہو تو دستر خوان بچھواؤن؟"

مرزا مسعود "ابھی تو اچھی طرح بھوک نہین لگی ہی - اچھا خیر پہلے عشا کی نماز پڑھ لون پھر کھاؤن گا"
عفت آرا "آج تم گھر سے نکلے نہین - اور نہ کچھ چلے پھرے - بھوک لگے تو کیسے ؟"
مرزا مسعود "ہان سچ کہتی ہو - بے شک یہی وجہ ہو گی - تو اچھا ذرا مین کوٹھے پر جا کے تھوڑی دیر چاندنی مین ٹہل لون - ٹہلنے سے طبیعت کی کلفت بھی دور ہوگی اور بھوک بھی لگ آئے گی"
عفت آرا "ضرور جاؤ مین آتی ہون - یہ کہہ کے وہ توپاندان کھول کے بیٹھ گئی - اور مرزا مسعود نے کوٹھے پر جا کے ٹہلنا شروع کیا - چاندنی خوب کھلی ہوئی تھی - ماہتاب آسمان کی بالائی قوس کا ایک ثلث حصہ قطع کر کے سمت الراس کے قریب آگیا تھا - اور نازنینان فلک کی بھری محفل مین اُس کو یون دراتے ہوئے گھس آتے اور اُس کی بیباک کرنون کو ہر طرف درازیون پر آمادہ ہوجاتے دیکھ کے تارون نے سرگین معشوقاؤن کی طرح شرمائے ہوئے رخ زیبا اپنے آسمانی دوپٹہ کے آنچلون مین چھپا لیے تھے -

چند روز پہلے ایام طالب علمی مین مرزا مسعود کو علم ہیئات اور تارون کے پہچاننے کا بڑا شوق رہا تھا - اس وقت جو آسمان کی طرف توجہ کی تو وہ پرانا مشغلہ پھر یاد آگیا مگر اس وقت ماہتاب کی روشنی مین اکثر تارے غائب تھے - وہ چند ہی تارون کا پتہ لگانے پائے تھے کہ عفت آرا آگئی اور بولی "اس وقت تو حقیقت مین چاندنی بڑی بہار پر ہے"
مرزا مسعود "ہان دنیا تو بہار پر ہے مگر چاند نے آسمان کا لطف مٹا دیا ہے"
عفت آرا "یہ کیون ؟"
مرزا مسعود "دیکھتی نہین ہو کہ سوا دو چار کے سب تارے نظر سے غائب ہین - اندھیری راتون مین جس طرح کھل کے نکلتے اور چمکا کرتے ہین وہ بات اس چاند مین کہان ؟"
عفت آرا "ہان یہ تو سچ ہے مگر ہمین چاندنی مین لطف آتا ہے"
مسعود "تم کیا سبھی لوگ چاندنی کو پسند کرتے ہین - مگر جس کسی کو تارون کے پہچاننے کا شوق ہو اُسے چاندنی مین آسمان اُجڑا سا معلوم ہوتا ہے"
عفت آرا "ہوگا بھی - اب مین چاہتی ہون کہ ہم یہین نماز پڑھ لین - اور اس کے بعد یہین کھانا بھی کھائین"
مسعود "بہتر - ابھی اچھی طرح اشتہا تو نہین ہی - مگر نماز پڑھتے پڑھتے یقین ہے کہ بھوک لگ آئے گی"

میان کا یہ جواب سن کے عفت آرا نے اچھی کہاری کو آواز دی۔ اور جب وہ آئی تو حکم دیا کہ ایک دری اور چاندنی لا کے بچھا دو۔ پھر جا کے دو لوٹون مین پانی اور جانمازین لے آؤ۔ اور وہان محمدی سے کہہ دو کہ خاصہ تیار رہے نماز کے بعد ہم یہین کھائین گے۔“

اچھی تو بہت خوب کہہ کے اِن حکمون کی بجا آوری کے لیے گئی۔ اور عفت آرا نے میان سے کہا مین نے اُس روز تم سے کہا تھا کہ مجھے غور کر کے کل جواب دینا کہ جن لوگون سے تم ملتے ہو اُنھون نے تمھاری طرف کیون توجہ کی۔ اور معززین شہر جن سے تمھین اُنس ہے اُنھون نے تم سے ملنے کا زیادہ اشتیاق نہین ظاہر کیا تو کیون؟ مگر کل سے ہوتے آج پورا ہفتہ گذر گیا اور تم نے جواب نہین دیا۔“

مسعود ”اِس کا جواب کیا دون؟“

عفت آرا ”تو یہی کہہ دو کہ میرے ذہن مین کوئی بات نہین آتی۔“

مسعود ”مین تو یہ سمجھتا ہون کہ معززین و امرا اور نیز اکثر اہل علم کبر و نخوت کی وجہ سے اچھی طرح نہین ملتے۔ اور ان لوگون مین کسی قسم کا غرور نہین ہے اور مجھے سچ تو یہ ہے کہ غرور اور تکبر سے بڑی نفرت ہے۔“

عفت آرا ”مگر غرور کرتے تو کسی غریب یا اپنے سے کم مرتبہ والے سے کرتے تم سے غرور کرنے کی وجہ؟“

مسعود ”وجہ ہو یا نہ ہو غرور اُن لوگون کی عادت مین داخل ہو گیا ہے۔“

عفت آرا ”اے تو ساری خدائی مین جتنے ہین سب مغرور ہی ہین۔ مین تو کبھی نہ مانون گی۔ ایک مین غرور ہوگا۔ دو مین ہوگا۔ یہ تو سمجھ مین نہین آتا کہ شہر کے سارے اچھے اور لائق لوگ مغرور ہین۔“

مسعود ”اچھا تو پھر تم ہی بتاؤ کہ وہ لوگ کیون اچھی طرح نہین ملتے؟“

عفت آرا ”پہلے یہ بتاؤ کہ تم کتنی دفعہ اُن سے ملنے کو گئے اور وہ تم سے بدخلقی سے پیش آئے۔“

مسعود ”مین گیا ہی نہین۔“

عفت آرا ”پھر تمھین کیونکر معلوم ہوا کہ وہ مغرور ہین؟“

مسعود ”شادی کی تقریبون یا عام قسم کی دینی محفلون مین ملنے کا اتفاق ہوا تو مین نے دیکھا کہ وہ لوگ مجھے پوچھتے بھی نہین۔“

عفت آرا "پوچھنے کی وجہ؟ نہ تم سے ملاقات نہ کسی قسم کا راہ و رسم پھر تمھین وہ پوچھتے تو کیون؟ انجان لوگون سے خواہ مخواہ کو باتین کرنے لگنا بڑی بدتمیزی ہی- اور یہ شریفون کا طریقہ نہین"۔

مسعود "اور اسی لیے مین ان شریفون سے بھاگتا ہون- مین تو چاہتا ہون کہ انسان صفائی اور صاف دلی سے ملے"۔

عفت آرا "مگر پہلے یہ تو معلوم ہولے کہ کون صاف دلی سے ملنے کے قابل ہی اور کون نہین- تم جب اُن سے ملتے- دو ایک بار وہان جاتے ایک آدھ دفعہ اُنھین اپنے یہان بلاتے تو پھر اُنھین تمھارا حال معلوم ہوتا اور تمھین اُن کا"۔

اب اچھی دری چاندنی کو ذرا بے پروائی سے بچھا کے چلی تو عفت آرا نے بات ناتمام چھوڑ کے اُس سے کہا "آہین یہ کس بے تمیزی سے دری بچھا کے چلی ہی؟ اول تو ٹیڑھی بچھی ہی- اور شکنین بھی نہین مٹائین- اور اتنی دیر ہو گئی ابھی تک لوٹے بھی نہین آئے- اچھی تجھے یہ کیا ہو گیا ہے؟"

اچھی "ای حضور مین اکیلی کیا کیا کرون- اور کوئی اپنی جگہ سے ہلتا نہین"۔

عفت آرا "اور فیضن کیا کر رہی ہے؟"

اچھی "نیچے لیٹی ہوئی ہین- مین کچھ کہون تو خفا ہوتی ہین- حضور ہی حکم دین گی تو آئین گی"۔ اِس پر برہم ہو کے عفت آرا نے فیضن کو ڈانٹا تو وہ بدبداتی ہوئی اُٹھی۔

اب عفت آرا نے مرزا مسعود کی طرف توجہ کی اور کہا "اصل یہ ہی کہ نہ کسی کو غرور ہی نہ تکبر- نہ تم نے کسی شریف زادے اور لائق آدمی سے ملنا چاہا اور نہ وہ تم سے ملا- اور ان لوگون کے اخلاق کی جو تم تعریف کرتے ہو اس کی اصلیت یہ ہی کہ تم کو امیر سمجھ کے انھون نے اپنے دام مین پھانسنا چاہا- خوشامد کی چکنی چپڑی باتین بنائین اور تم سمجھے کہ یہ بڑے ہی ملنسار اور خلیق ہین- مگر انھین سچا نہ سمجھو- یہ تمھین تباہ کرین گے"۔

مسعود "ممکن ہی کہ ایسا ہی ہو- اب اس کا تذکرہ ہی کیا- مین نے تمھارے کہنے سے ان کا ملنا ہی چھوڑ دیا"۔ یہ کہہ کے مرزا مسعود نے فیضن کے ہاتھ سے لوٹا لیا جو ابھی لے کے اوپر آئی تھی- اور ایک طرف وضو کرنے کے لیے بیٹھ گئے- مگر عفت آرا نے دیکھ لیا کہ انھون نے اس طرح سلسلۂ کلام قطع کرتے وقت ایک ٹھنڈی سانس لی

اس نے اُن کی اِس حالت کو غور و حیرت کی نظر سے دیکھا اور دل مین کہا اب مین اِن پر ظلم کر رہی ہون - کیا کرون کہ ان کے دل سے مُردار فیروزہ کا خیال دور ہو؟ میرے خوف سے مارے باندھے گھر مین بیٹھے ہین - مگر دل وہین ہے - (ذرا تامل کر کے) مگر چاہے کچھ ہو مجھ سے ان کی یہ حالت تو نہ دیکھی جائیگی عجب کشمکش مین پڑی ہوئی ہون - ان کو وہان جانے دینا بھی ان پر ظلم ہے - اور وہان جانے سے روکنا بھی ظلم ہے - وہان جانے مین آپ تباہ ہون گے اور اپنے ساتھ سارے گھر بار کو تباہ کرین گے - نہ جانے دون تو دل مین کُڑھتے ہین - اور اُن کی یہ تکلیف مجھ سے نہین دیکھی جا سکتی "

اب مرزا مسعود وضو سے فارغ ہو کے نماز مین مشغول ہو گئے اور عفت آرا نے بھی بغیر اس کے کہ اپنے دل مین کوئی تصفیہ کر سکے وضو کیا - اور میان کے قریب ہی دوسری جانماز بچھا کے نماز پڑھنے لگی - نماز کے بعد مہدی نے لا کے دسترخوان بچھایا - اور دونون کھانے مین مشغول ہوئے - چند لقمون کے بعد عفت آرا نے کہا " تم نے گھر سے نکلنا بالکل چھوڑ دیا ہے - یہ اچھا نہین ہے - دو گھڑی کو جا کے ضرور ٹہل آیا کرو "

مرزا مسعود " مین جا کے کیا کرون گا؟ ارادہ ہے کہ چند روز خانہ نشین رہ کے تمھارا وہ عمل سیکھنے کے قابل ہو جاؤن جس کے بتانے کا تم نے وعدہ کیا ہے "

عفت آرا " ابھی نہین پہلے تم وکالت کا امتحان پاس کر لو - اور اتنی دولت گھر مین جمع کر کے رکھ لو کہ پاؤن توڑ کے بیٹھ سکو "

مسعود " مگر اب تو مجھے گھر سے باہر قدم نکالتے ہی وحشت ہونے لگتی ہے "

عفت آرا " وحشت کا سبب بھی ظاہر ہے - پرانے دوستون سے ملنا نہین چاہتے - اور نئے کوئی دوست ہین نہین - پھر خدا ہی نے کہا ہے کہ وحشت ہو گی "

مسعود " بے شک یہی سبب ہے - مگر اس کا علاج ہی کیا ہے؟ "

عفت آرا " مین تو کوئی نہ کوئی علاج ڈھونڈھ نکالون گی "

انھین باتون مین کھانے سے فارغ ہو کے دونون جا کے اپنے کمرون مین لیٹے - اور ماما ئین اوپر کا سب سامان اٹھا کے نیچے لا ئین -

صبح کو نماز سے فارغ ہو کے بیٹھے ہی تھے کہ عفت آرا نے کہا " آج پڑھنے سے فراغت کرتے ہی تم باہر کی ہوا کھا آؤ - کئی دن سے کہین نہین گئے ہو بیٹھے بیٹھے

ذہن کند ہو جائے گا۔ اور اُس کا اثر تعلیم پر پڑے گا۔"

مرزا مسعود "تمھارے کہنے سے مین جانے کو موجود ہون۔ مگر اتنا سمجھ لو کہ گھر سے قدم باہر نکالنے کے بعد یہ غیر ممکن ہی کہ فیروزہ کے وہان نہ جاؤن۔ اول تو خود میرا دل بے کہے نہین مانتا۔ علاوہ برین کچھ ایسا اتفاق ہوتا ہو کہ گھر سے دو ہی چار قدم جانے پاتا ہون کہ حامد حسین اور محمود علی مین سے کوئی نہ کوئی مل جاتا ہو۔ اور مجھے زبردستی فیروزہ کے گھر کھینچے جاتا ہو۔ اور وہان خواہ مخواہ ایسے واقعات پیش آتے ہین جن کو نہ تم سے کہتے بنتی ہے۔ اور نہ چھپاتے۔ کہون تو کس منھ سے کہون؟ اور نہ کہون تو تم کو خود ہی معلوم ہو جاتے ہین۔"

عفت آرا "مین تمھین وہان جانے سے منع نہین کرتی۔ لیکن ہان اتنا چاہتی ہون کہ ایسی باتین نہ کرو کہ انجام مین تمھین نقصان پہونچے۔ بدنامی و رسوائی ہو۔ اور پھر اسی کے سبب سے گھر تباہ ہو جائے۔"

مرزا مسعود "وہان مجھے اس بات کی تمیز نہین ہوتی کہ کن باتون کو کرون اور کن کو نہ کرون۔ تم جانتی ہو کہ مجھے خدانخواستہ اُس سے کوئی ناجائز تعلق نہین ہو رہ گیا صرف دو گھڑی بیٹھ کے چلا آنا۔ اس مین کوئی اندیشہ نہین نظر آتا۔"

عفت آرا "ہان اس مین کوئی خوف کی بات نہین۔ مگر مجھے تمھارے اُن موئے دو دوستون حامد حسین اور محمود علی سے بڑا اندیشہ ہے۔ وہ اِس کوشش مین لگے ہوئے ہین کہ تمھین فیروزہ کے دام مین پھنسائین اور تمھین تباہ کرین۔"

مرزا مسعود "اور یہ ممکن نہین کہ مین فیروزہ کے وہان جاؤن اور اُن سے ملاقات نہ ہو۔ اس لیے یہی بہتر ہو کہ مین اپنے گھر مین بیٹھا رہون۔ اور باہر نکلنے کا نام ہی نہ لون۔"

عفت آرا "اس مین تندرستی مین فرق آجانے کا خوف ہو۔ اس لیے تم وہان جاؤ۔ اور اُن سے بھی ملو۔ مگر اس کا خیال رہے کہ اُن کے فقرون مین نہ آؤ۔ اور وہ کسی بات کی صلاح دین تو اُس پر مجھ سے پوچھے بغیر عمل نہ کرو۔"

مرزا مسعود "خیر تم کہتی ہو تو جاؤن گا۔ مگر آج تو جانے کو جی نہین چاہتا۔ طبیعت کچھ سست سی ہو گئی ہے۔ کل جاؤن گا۔"

عفت آرا "وہان نہین تو نہ سہی تھوڑی ہی دور ٹہل کے چلے آؤ۔ مگر جاؤ ضرور

تمہاری طبیعت کی اس سستی سے مجھے خوف معلوم ہوتا ہے۔ مرد ویسے بغیر چلے پھرے تندرست نہین رہ سکتے۔"

مرزا مسعود "مین گھر سے نکلون گا تو اُن مین سے کوئی کہین راستہ مین مل جائے گا اور مجھے فیروزہ کے وہان پکڑ لے جائے گا۔"

عفت آرا "اچھا تو ایک کام کرو۔ آج تم ابا جان کے ساتھ چلے جانا۔ وہ روز شام کو گاڑی پر بیٹھ کے جاتے۔ اپنے دو ایک دوستون سے ملتے اور باغون کی ہوا کھا کے چلے آتے ہین۔ تم بھی انھین کے ساتھ جانا اور ان کے دوستون سے مل لینا۔"

مرزا مسعود "مجھے ان کے ساتھ جانے مین کوئی عذر نہین۔ لیکن اگر وہ خود بلائین گے تو جاؤن گا۔"

عفت آرا "اچھا اس کا انتظام مین کر دون گی۔ اور وعدہ کرتی ہون کہ وہ سوار ہوتے وقت تمھین بلائین گے۔"

مرزا مسعود "(جمائی لے کے) اجی تو اب ان باتون مین کیا آج چا بھی نہ دو گی؟"

عفت آرا "ہان باتون مین مجھے بالکل یاد نہین رہا۔ مگر چا تیار ہی ہو گی۔" یہ کہہ کے اچھی کہاری کو بلا کے پوچھا "چا تیار ہے؟"

اچھی "حضور تیار ہے۔ حکم ہی کا انتظار تھا۔"

عفت آرا "ایسے کامون کے لیے حکم کا انتظار کرنے کی ضرورت نہین ہے جب وقت آجائے خود آکے پوچھ لیا کرو۔"

مرزا مسعود "اجی پوچھنے سے تو یہ اچھا ہے کہ کھانے کے لیے ایک کمرہ مقرر کر دو۔ اس مین یہ لوگ ناشتہ چا یا کھانا جو کچھ ہو اپنے وقت پر لا کے قرینے سے لگا کے گھنٹی بجا دیا کرین۔"

عفت آرا "ابھی مجھ مین اتنا انگریزی پن نہین آیا ہے۔ اگرچہ یہ مین مانتی ہون کہ بات اچھی ہے۔ بری نہین۔"

مرزا مسعود "جب بری بات نہین تو پھر اُسے اختیار کرنے مین کیا مضائقہ ہے؟"

عفت آرا "اب مین تم سے زیادہ پڑھی نہین ہون کہ ہر بات مین تمھین قائل معقول کیا کرون۔ لیکن اتنا جانتی ہون کہ دوسری قومون کی اچھی باتون کے

اختیار کرنے کے لیے بھی کوئی حد ہونی چاہیے"۔

مرزا مسعود ''(ہنس کے) جو چیز اچھی ہو اُس کے لیے حد کیسی۔ اچھی باتین جہان تک اختیار کی جائین اچھا ہے"۔

عفت آرا ''ہان اچھا تو ہے۔ مگر جب کسی ایک ہی قوم کی تمام عادتین گو وہ اچھی ہی ہون اختیار کر لی جائین تو اصلیت نہین باقی رہتی بلکہ ایسا معلوم ہونے لگتا ہے جیسے اُن لوگون کی نقل کر رہے ہین۔ اور یہی میرے نزدیک اعتدال کی حد ہے۔ دوسرون کی عادتین اُسی حد تک لی جائین جہان تک یہ نہ معلوم ہونے پائے کہ ہم بھانڈون اور بہروپیون کی طرح نقالی ——"

اتنے مین اچھی اور محمدی نے چاہ کی کشتی لا کے سامنے رکھی۔ اور مرزا مسعود نے کہا ''اب چاہ بنا لے دو"۔ عفت آرا نے چاہ بنائی۔ اور دونون میان بی بیون نے چاہ اور ناشتہ سے فراغت کر کے روزانہ تعلیم کی طرف توجہ کی۔

دسوان باب

محمود علی کی غیب دانی

بی فیروزہ جان رات بھر ایک مجرے مین رہین۔ دوپہر کے قریب گھر آئین۔ چوپلے سے اُتر کے ہاتھ منھ دھوئے اور اپنے کمرے مین آکے تولیے سے منھ پونچھ رہی تھین کہ میان حامد حسین آپہونچے۔ جن کے ساتھ ایک سبزہ آغاز خوش رو شخص بھی تھا جو صورت سے شریف زادہ اور وضع قطع سے امیر زادہ معلوم ہوتا تھا۔ مگر بظاہر اس بازاری کوچہ سے ہنوز نا آشنا تھا۔ اس لیے کہ یہان آتے ہی وہ الگ ایک کونے مین دبک کے بیٹھنے لگا۔ مگر حامد حسین نے زبردستی ڈھکیل کے صدر مقام پر بٹھا دیا۔ بیٹھتے ہی اُس کے چہرے پر پسینہ آگیا۔ اپنی جگہ پر چھپا جاتا تھا۔ اور لب ہلانے کی جرأت نہ ہوتی۔ کوئی بات دل مین آتی بھی تو حامد حسین کی طرف منھ بڑھا کے کان مین کہتا۔ اور بجاے اس کے کہ ہنسین بولین حامد حسین مین اور اس مین چپکے چپکے سرگوشیان ہو رہی تھین۔

آخر بی فیروزہ بولین ''اے تو نگوڑی ساری راز کی باتین ہین کے لیے

اُٹھا رکھی تھین؟" یہ فقرہ سن کے حامد حسین کا وہ نوعمر رفیق تو جھینپ کے اور زیادہ سمٹنے لگا مگر حامد حسین نے طعن کے لہجے مین جواب دیا "جب لوگون کے مزاج ہی ملین تمھارے یہان آئے ہین۔ مگر جیسے تم سے کوئی مطلب ہی نہین۔ اتنا بھی تو منھ سے نہ نکلا کہ کون ہو؟ اور کہان سے آئے ہو۔ تمھارے اخلاق کی یہ حالت ہو تو کوئی تم سے کیا خاک باتین کرے؟"

فیروزہ "اچھا میرا ہی قصور سہی۔ (نوجوان سے) اجی تو اچھی طرح کھل کے فراغت سے بیٹھو" اس پر نوجوان ذرا مسکرایا۔ اور بغیر اس کے کہ کچھ جواب دے شرما کے آنکھین نیچی کر لین۔ اب بی فیروزہ حامد حسین کا اشارہ پاتے ہی اُس کے پاس آ کے بیٹھ گئین۔ پاندان کھول کے آور دگی نزاکت سے گلوری بنائی اور ان کی طرف بڑھا کے کہا "لیجیے" نوجوان مارے شرم کے پسینہ پسینہ ہو گیا۔ مگر انکار کرنے کی جرأت نہ ہوئی ندامت کے ساتھ گلوری لے کے منھ مین رکھی۔ اور پھر آنکھین نیچی کر لین۔

فیروزہ "اجی تو نگوڑی شرم کاہے کی ہے؟ چار آنکھین کر کے باتین کرو۔ ہنسو بولو (حامد حسین سے) اجی یہ کیا تمھارے ساتھ بھی یونہین شرمایا کرتے ہین؟"

حامد حسین "اصل یہ ہے کہ مولویون کے گھرانے کے ہین۔ اور تو بہ شکنی کی یہ نئی افتاد سر پر آ پڑی ہے۔ بھئی واللہ تم تو کرکری کیے دیتے ہو۔ بہت بڑھ بڑھ کے باتین بناتے تھے اور یہان یہ حال ہے کہ منھ سے بات نہین نکلتی!"

فیروزہ "اجی تو آپ کا نام کیا ہے"

حامد حسین "بتاؤ بتاؤ (فیروزہ سے) جب تک ان کی زبان نہین کھلتی اُسی وقت تک غنیمت ہے۔ ذرا بے تکلف ہو جائین پھر دیکھنا کہ کیسے چہکتے ہین"

فیروزہ "پھر تمھین ان کے بے تکلف ہونے کی کوئی تدبیر بتاؤ"

حامد حسین "اس کی تدبیر مجھ سے پوچھتی ہو؟ تمھین نہین معلوم؟ ننھی ہو؟"

فیروزہ "تو پھر مین اپنی تدبیر کرون؟"

نوجوان۔ (گھبرا کے) "میرا نام محمد زکی ہے"

فیروزہ "تو مین پوچھتی ہون آپ کو اسکے بتانے مین کیا تامل تھا؟"

اس کے جواب مین محمد زکی نے پھر خاموشی اختیار کی اور شرم سے سمٹنے لگے

تو بی فیروزہ نے گدگدانا شروع کر دیا۔

حامد حسین "ہاں اب تم راہ پر لگا لوگی"

محمد زکی "اب مین جاتا ہون۔ یہان بیٹھون گا تو تم ستاؤ گی اور ایک کام بھی ہو"

فیروزہ "(گال پر ایک ہلکا سا تھپڑ مار کے) یہان جو کوئی آئے اسے اپنے سب کام بھول جایا کرتے ہین"

محمد زکی "(بڑی جرأت سے کام لے کے) مگر مجھے تو یاد ہین"

فیروزہ "تو مین انھین بھلا دون گی۔ اور محمد زکی نے اُٹھنے کا قصد کیا تو ہاتھ پکڑ کے زبردستی بٹھا لیا۔ اور بولی "چلے کہان؟ بیٹھو"

حامد حسین "واللہ لگا لیا قرینہ پر مانتا ہون"

فیروزہ "اے تو ان بھوش کو تم پکڑ کہان سے لائے؟"

حامد حسین "میرے بڑے پرانے دوست ہین۔ تمھاری تعریف سن پائی تھی۔ روز کہا کرتے تھے۔ ذرا چل کے ہاد کر دو گھڑی بیٹھ کے دل بہلا آیا کرین"

فیروزہ "تو اب آئے ہین تو بیٹھیے۔ مین بھی تو دیکھون کہ آپ کو مجھ سے ملنے کا کیسا شوق تھا"

محمد زکی "اب تو اکثر آیا کرون گا۔ اور آپ کی اس عنایت کا بہت شکر گذار ہون؟"

فیروزہ "یہی عنایت جو مین نے ایک تھپڑ رسید کیا؟ اچھا تو اور لیجیے" یہ کہہ کے اور دو ایک تھپڑ رسید کیے۔ اور اس قدر گدگدایا کہ محمد زکی کے پیٹ مین بل پڑ گئے گدگداتی جاتی تھی اور کہتی جاتی تھین "اب تو جانے کا نام نہ لوگے؟"

محمد زکی "(ہنسی کو مشکلون سے ضبط کر کے) اچھا توبہ ہوئی۔ نہ جاؤن گا۔ خدا کی قسم نچلی بیٹھو"

اب حامد حسین کو مناسب معلوم ہوا کہ محمد زکی کو ایک دم بھر کے لیے ذرا دم لینے کا موقع دین بولے "بس گدگدا چکین۔ یہ تو بتاؤ کہ رات کی محفل کیسی تھی؟"

فیروزہ "کیسی محفل کہون؟ سچ تو یہ ہے کہ اب صحبتون کا رنگ بالکل بگڑ گیا ہے۔ پہلے امیرون۔ بھلے مانسون کی محفلین ہوتی تھین۔ جن مین ہر چیز قرینے کی اور

ہر ایک بات تہذیب اور لطف کے ساتھ ہوتی تھی - اور اب تو ہندو مہاجنوں اور جوہریوں کے یہان کی محفلیں رہ گئی ہیں جن میں سوا تو تکار - دھول دھپے اور بدتمیزیوں کے کچھ بھی نہیں ہوتا "

محمد زکی " یہ باتیں رات کو اسی صحبت میں آپ نے سیکھی ہیں ؟"

فیروزہ " اے لو منڈکی کو بھی زکام ہوا - اب تو ماشاء اللہ سے چرچ‌شنے لگے ؟"

محمد زکی " آپ کی تعلیم ہے کہ باتیں ؟"

فیروزہ " اے لو یہ سبق بھول نہ جانا - نہیں تو ہٹن پڑے گی "

حامد حسین " خوب ٹھیک کر لیا - (محمد زکی سے) جی ہاں اِس اسکول کی تعلیم اُس اسکول سے زیادہ سخت ہے جس میں آپ روز جایا کرتے ہیں "

محمد زکی " مگر آدمی بہت جلد یہاں استاد بن جایا کرتا ہے - دیکھیے گا کہ دو ہی ایک دن میں خود سبق دینے لگوں گا "

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ کسی کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی - اور محمد زکی گھبرائے کہ کوئی میرا شناسا نہ ہو - اُٹھ کے بھاگنے کا ارادہ کیا تو فیروزہ نے دامن پکڑ لیا - اور وہ چھپنا کا بل ڈھونڈھ رہے تھے کہ یہاں محمود علی برآمد ہوئے اور محمد زکی کی جان میں جان آئی - کیونکہ ان سے بالکل شناسائی نہ تھی "

فیروزہ " اے ہے یہ تم کہاں رہا کرتے ہو ؟ دو روز سے پتہ نہیں "

محمود علی " رات کو آیا تھا مگر تم مجرے میں گئی ہوئی تھیں - ابھی راستے میں مُشو ملا اور اس سے سُنا کہ تم ابھی ابھی آئی ہو - مرزا مسعود کی طرف جا رہا تھا دل میں آئی کہ تم سے ملتا چلوں "

فیروزہ " اب مرزا مسعود سے ہاتھ دھو - اس دن جو گئے تو آج تک آتے ہیں - میں سمجھتی تھی کہ تم سے پچاس روپیہ وصول کرنے کے لیے ضرور آئیں گے "

محمود علی " اجی وہ تو سر آنکھوں کے بل آتے مگر جب آنے بھی پائیں ؟"

حامد حسین " کیوں ؟ کیا یہاں آنے کی مناہی ہو گئی ؟"

محمود علی " بالکل گھر سے نکلنے تک کی مناہی ہے - مجال کیا کہ ڈیوڑھی کے باہر قدم نکالیں "

محمد زکی "(چونک کے) مرزا مسعود کون؟ وہی جنھون نے اِس سال بی۔اے کا امتحان پاس کیا ہے؟ اور گورے چٹے خوبصورت سے ہین؟"

حامد حسین "ہان ہان وہی"

محمد زکی "وہ تو ابھی ابھی اپنے والد کے ساتھ گاڑی پر بیٹھے ہوے جا رہے تھے"

محمود علی "ان کے ساتھ گئے ہون۔ مگر اکیلے گھر سے نہین نکلنے پاتے"

فیروزہ "تمھین کیونکر معلوم ہوا؟"

محمود علی "اب ان کی بی بی کی طرح مین نے بھی غیب دانی کا عمل سیکھ لیا۔ اُن کو مرزا مسعود کی باتین معلوم ہو جاتی ہین اور مجھے اُن کی اور ان کے میان کی"

فیروزہ "اچھا بتاؤ کہ جب سے یہان سے گئے ہین ان پر کیا گذری؟ اور میان بیوی مین کیا باتین ہوتی رہین؟"

محمود علی "اس روز جو یہان سے گئے تو بی بی کو میان کی ساری باتین معلوم تھین انھون نے آڑے ہاتھون لیا۔ اور ایسا ڈانٹا کہ بیچارے کے حواس جاتے رہے مجھ سے پچاس پچاس روپیہ بدنا۔ یہان کھانے مین دو چار روپیہ خرچ کرنا۔ اور تمھارے حسن کی تعریفین کرنا۔ غرض کوئی بات نہ تھی جس کی بی بی کی خبر نہ ہو۔ اس نے کہا کہ تمھارے دوست صرف دو لچے شہدے اور ایک بازار کی بیٹھنے والی فاحشہ عورت ہے۔ اور اُن کی صحبت مین تم گھر بار تباہ کروگے بی بی کی یہ باتین سُن کے اُنھون نے شاید دل مین ارادہ کر لیا تھا کہ گھر ہی سے نہ نکلین۔ لیکن آج صبح کو تم سے ملنے کی اجازت مل گئی ہے۔ اور آج ہی کل مین آتے ہون گے۔ اور ہان بی بی کا حکم ہوا ہے کہ شہر کے رئیس زادون امیرون اور لائق لوگون اور خاص کر دکیلون سے ملا کرو۔ گھر مین معمول ہے کہ صبح کو سات بجے سے ۱۰ بجے تک اور رات کو سات بجے سے نو بجے تک دونو میان بی بی کمرے مین بند ہو جاتے ہین اور کوئی پاس نہین پھٹکنے پاتا۔ اور سنتا ہون کہ اس وقت خلوت مین بی بی میان سے انگریزی پڑھتی ہین۔ اور میان اپنی کتابین پڑھتے ہین"

فیروزہ "یہ سارا حال تمھین کیسے معلوم ہوا؟"

محمود علی "واہ! یہ نسخہ یون آسانی سے بتا دون گا؟ بہت کچھ خرچ کر کے یہ کمال پیدا کیا ہے اور تمھین باتون باتون مین بتا دون؟ قیامت تک تو بتاؤنگا نہین"

فیروزہ ''تمھین میرے سر کی قسم بتا دو''
محمود علی ''تو جلدی کس بات کی ہے؟''
فیروزہ ''نہین مجھے جلدی ہے''
محمود علی ''مین نے اپنے دو موکل وہان مقرر کر دیے ہین۔ وہ گھڑی گھڑی کی خبر پہونچا دیا کرتے ہین'' (حامد حسین سے محمد زکی کی طرف اشارہ کر کے) ''بھئی آپ کی کچھ تعریف کرو''
حامد حسین ''یہ ہمارے شہر کے خاندانی شریف زادے ہین۔ تم ان سے مل کے بہت خوش ہوگے۔ مجھ سے پرانی دوستی ہے''
محمود علی ''مگر مین نے کبھی نہین دیکھا!''
حامد حسین ''انھین ابھی لکھنے پڑھنے سے فرصت نہین۔ مین تو انھین زبردستی پکڑ لایا ہون''
محمود علی ''آپ سے مل کے بڑی خوشی ہوئی۔ دو گھڑی کے لیے کبھی کبھی یہان چلے آیا کیجیے''
محمد زکی ''اور آپ کا اسم شریف؟''
حامد حسین ''یہ ہمارے دوست محمود علی ہین۔ اور سچ یہ ہی کہ دوستی کے بڑے سچے ہین۔ بس مین تو ان کی اس بات کا قائل ہون''
محمد زکی ''تو میری خوش نصیبی ہے کہ آپ سے ملاقات ہو گئی''
محمود علی ''مین کس قابل ہون؟''
فیروزہ ''اے تو بس ہو چکا۔ مل لیے لے اب اپنے موکلون کا حال بیان کرو''
محمود علی ''یہ تو نہ بتاؤن گا!''
فیروزہ ''اچھا یاد رکھنا''
محمود علی ''جی سب یاد ہی۔ جو کچھ کیفیت پوچھو ابھی بتا دون گا۔ مگر اپنے موکلون اور تدبیرون کا حال ہرگز نہ بتاؤن گا''
حامد حسین ''مگر مین تو کہونگا کہ مرزا مسعود کی جورو ہی بلا کی۔ میان کو ایسے کچے دھاگے مین باندھ رکھا ہی کہ ہلنے نہین دیتی''
محمود علی ''مجھے اس بات پر غصہ ہی کہ ہم کو تم کو لچے شہدے اور فیروزہ جان کو بازاری عورت کہتی ہی۔ یہ سن کے مین نے تو دل مین ٹھان لی ہی کہ اس سے بدلہ ضرور لون گا''
فیروزہ (ایک ٹھنڈی سانس بھر کے) ''جب تک میان کی چوٹی اس کے ہاتھ مین ہی

کسی کا کچھ زور نہین چلتا"

محمود علی "ابھی نئی نئی شادی ہوئی ہی۔ اس وقت سارے میان جورو کے غلام ہوا کرتے ہین۔ چار روز مین دیکھ لینا کہ یہی میان جورید بنے ہوئے ہین بات بھی نہ پوچھین گے"

فیروزہ "اے تو وہ جب ہوگا ہوگا۔ اس وقت بتاؤ کہ تمھارا کیا زور چل سکتا ہی؟"

محمود علی "زور ایسا چلتا کہ تم بھی کہتین۔ مگر خرابی یہ ہی کہ ہمارے مرزا جی ہی نہین اندر باہر سارے نوکر بھی عفت آرا کا دم بھر رہے ہین"

محمد زکی "عفت آرا کون؟"

محمود علی "جی یہ اُن کی نئی دولھن بیگم کا نام ہی"

محمد زکی "تو آپ کو اُن سے کیون خفگی لفت ہے؟"

حامد حسین "بات یہ ہی کہ مرزا مسعود ہمارے پرانے دوست ہین۔ برسون یارانہ رہا ہی۔ اور دوانت کاٹی روٹی تھی۔ دل مین فیروزہ جان کے عاشق تھے کہ اتنے مین شادی ہوگئی۔ نئی دولھن جو تشریف لائین تو غیب دان۔ مرزا مسعود جو کرتے ہین جس سے ملتے ہین۔ جہان جاتے ہین۔ سب باتون کی اُنھین خبر ہو جاتی ہے۔ اور اس غیب دانی کے اثر سے انھون نے میان کو اپنا غلام بنا کے اس طرح قید کر رکھا ہے کہ سب جگہ کا آنا جانا ترک کرا دیا"

محمد زکی "نہین آتے نہی۔ اپنے گھر خوش رہین۔ آپ کو کس بات کی فکر ہی؟"

محمود علی "برسون کی دوستی چھوٹ گئی۔ سالہا سال کی محبت پر پانی پھر گیا۔ اور ہمین کچھ فکر ہی نہین؟"

محمد زکی "یہ آپ کا خیال ہوگا۔ میرا تو مذہب یہ ہی کہ کوئی ہم سے ملنا چھوڑے تو ہمین اس سے بڑھ کے اس کی صورت سے نفرت ہو جانی چاہیے"

محمود علی "آپ نے ابھی دنیا نہین دیکھی ہے۔ ہم لوگ وفادار ہین۔ اور وضعدار اپنی محبت و دوستی کی ادنی بے قدری کو بھی برداشت نہین کر سکتے"

محمد زکی "مگر اُن کی دولھن کی غیب دانی کا کیا مضمون ہے؟ یہ میری سمجھ مین نہین آیا"

حامد حسین "خدا جانے کیا کرتی ہے کہ میان کی ہر بات کی خبر ہو جاتی ہے۔ کوئی

بات چاہے کیسی ہی چھپا کے اور کتنی ہی احتیاط سے کی جائے اس ظالم سے نہین چھپتی "

محمود علی "اور آپ مین نے یہ کمال حاصل کر لیا ہو کہ اُس کا روز روز کا کچا چٹھا میرے پاس پہونچ جایا کرتا ہے "

حامد حسین "تم سے تو اُن سے ملاقات ہو گی؟"

محمد زکی "کس سے؟"

حامد حسین "مرزا مسعود سے اور کس سے؟"

محمد زکی "ملاقات تو نہین ہان دور کی قرابت البتہ ہو۔ مجھے یہ سن کے تعجب ہوتا ہو کہ آپ لوگون سے اُن سے ملاقات ہے اجی وہ تو سارے عزیزون مین نہایت ہی متکبر اور مغرور مشہور ہین۔ نہ کسی عزیز سے وہ ملتے ہین اور نہ کوئی اُن کے پاس جاتا ہو"

محمود علی "تو آپ سے ان سے عزیز داری ہے "

محمد زکی "ہان ہے تو سہی۔ مگر مین انھین اچھا نہین سمجھتا "

محمود علی "تو آپ کی اُن کے گھر تک رسائی بھی ہو گی؟"

محمد زکی "نہین مین کبھی اُن کے وہان نہین جاتا۔ اور ان کے گھر مین سوا خاص شادی بیاہ کے ہمارے یہان کی عورتون کی آمد و رفت بھی نہین "

محمود علی "خیر یہ تو ہو سکتا ہو کہ آپ تعلقات پیدا کر کے راہ و رسم بڑھا لین "

محمد زکی "بخوبی ممکن ہے۔ مگر مین اُن سے ملنا پسند ہی نہین کرتا "

محمود علی "آپ سے ملاقات تو ہوئے ہی گی "

محمد زکی "مطلقاً نہین۔ مین تو انھین پہچانتا ہون۔ مگر وہ شاید مجھے پہچانتے بھی نہ ہون گے "

فیروزہ "اے تو اب ان جھگڑون سے مطلب؟ اُن سے ملاقات ہو یا نہین تمھین کیا؟"

محمود علی "اب مین جاتا ہون رات کو آؤن گا "

فیروزہ "اے کہان جاؤ گے؟ بیٹھو بھی "

محمود علی "تمھارے ہی کام کو جاتا ہون "

محمد زکی "مین بھی اب رخصت ہوتا ہون "

فیروزہ ۔ واہ اتم کو تو قیامت تک نہ جانے دون گی ۔"

محمد زکی ۔ اس وقت مجھے جانے دیجیے ۔ پھر آؤن گا ۔ واللہ بڑی شدید ضرورت ہے ۔ شام ہوگئی اور اب گھر جانا ضروری ہے ۔"

فیروزہ ۔ یہ نہین ہو سکتا ۔"

حامد حسین ۔ انھین اس وقت جانے ہی دو ۔ ایسا نہ کرو کہ پھر آنے کے قابل نہ رہین کیونکہ ان کے گھر مین ابھی ان کی بڑی نگرانی ہوتی ہو ۔"

فیروزہ ۔ خیر تمھاری خاطر ہے ۔ ورنہ تمھاری جان کی قسم مین نہ جانے دیتی ۔ اچھا تو وعدہ کرو کہ کب آؤگے ؟ "

محمد زکی ۔ بن پڑا تو کل ہی آؤن گا ۔"

اس جواب سے بی فیروزہ مطمئن ہوگئین اور اب محمد زکی جانے کے لیے اُٹھے تو ان کے ساتھ ہی محمود علی اور حامد حسین بھی اٹھ کھڑے ہوئے ۔ مگر بی فیروزہ جان نے حامد حسین کو زبردستی روک لیا ۔ اور خالی محمد زکی اور محمود علی رخصت ہو کے باہر نکلے ۔ دروازے پر پہونچ کے محمود علی نے پوچھا " کل آپ کس وقت تشریف لائین گے ؟ مجھے بتا دیجیے تاکہ مین بھی موجود رہون ۔ آپ سے مل کے اس وقت بہت جی خوش ہوا ۔"

محمد زکی ۔ جی چاہتا ہو کہ کل تیسرے پہر کو آؤن اور رات تک ٹھہرون ۔ لیکن ڈرتا ہون کہ ایسا نہ ہو مین یہان بیٹھا ہون اور مرزا مسعود آجائین ۔ اگرچہ شناسائی نہین ۔ مگر مین ان کے سامنے یہان نہین ٹھہر سکتا ۔"

محمود علی ۔ اس کا خیال نہ کیجیے ۔ اگر وہ آئے تو آپ ایسی جگہ بٹھا دیے جائین گے جہان سے آپ سب کچھ دیکھین اور آپ کو کوئی نہ دیکھے ۔ آیئے گا ضرور دیکھیے بھول نہ جایئے گا ۔"

محمد زکی ۔ فقط اسی بات کا خیال ہے ۔"

محمود علی ۔ ایسی باتین تو یہان روز پیش آیا کرتی ہین ۔ آپ اطمینان رکھین کہ کسی کو کانون کان تو خبر ہوگی نہین ۔ اور مرزا مسعود کو آپ کا وہم و گمان بھی ہونے پائے گا ۔ مین کسی وقت فیروزہ جان کو سمجھا دون گا وہ پہلے سے بند و بست کر رکھین گی ۔"

محمدزکی:- "تو مین ضرور آؤن گا"

اس قول و قرار کے بعد دونون نے اپنا راستہ لیا

گیارھوان باب

شریف بی بی کا ایثار نفس

صبح ہوئی ہے۔ مرغ سحر نے اذان دی۔ اور طائران خوش الحان نے اپنے آشیانون ہی مین بیٹھے بیٹھے وظیفہ صباحی پڑھنا شروع کر دیا۔ یہان دل پُر آرزو مین فراق کی آگ لگانے اور شب عیش کی پُر لطف صحبت کو برہم کرنے والی مہ جبینان زرین آغوش شوق کو خالی کرکے اور گھونگھٹ مین منہ چھپا چھپا کے اپنے گھرون کو چلین۔ اُدھر آسمان پر رات بھر کے جاگے ہوے نازنینان بزم انجم نے خمار آلود آنکھین جھپکا جھپکا کے نور کی چادرون مین رخ انور چھپا لیے۔ اور اپنی خوابگاہون کی راہ لی۔ جہان سے آتش مزاج و شوخ طبع رند فلک یعنی آفتاب کے چلے جانے کے بعد آنکھین کھولین لگے۔ باد سحر کے جھونکون نے بدمستان خرابات کو جگا جگا کے بجائے "حیّ علی الصلوٰۃ" کے "حی علی الصبوح" کا مژدہ سنایا۔ مسجدون مین اذانون کا بت خانون مین ناقوس کا۔ اور کلیسا مین گھنٹون کا شور ہوا۔ اور دیر و حرم سب جگہ لوگون نے اپنے معبود حقیقی کی طرف توجہ کی۔

اس حالت مین عفت آرا کی بھی آنکھ کھلی۔ روز روشن ہونے کو ابھی دیر تھی اس لیے بجائے اس کے کہ وہ مرزا مسعود کو نماز کے لیے جگائے حوائج ضروری اور وضو کے لیے گھر سے باہر نکلی۔ محمدی ماما کو اٹھا کے پانی مانگا۔ اور انگنائی مین کھڑے ہو کے رخصت ہونے والے تارون کی حسرت بھری صورتین دیکھنے لگی اتنے مین محمدی چوکی پر پانی رکھ کے آئی تو اُسے پاس بلا کے کہا "تم رات کو وہان گئی تھین؟" محمدی "جی حضور گئی تھی" یہ جواب پانے کے بعد عفت آرا محمدی سے کچھ دیر تک چپکے چپکے باتین کرتی رہی۔ پھر چوکی پر گئی۔ وہان سے آکے حمام کیا۔ اور ان سب کامون سے فراغت کرکے واپس آئی تو دیکھا کہ روز روشن ہو چکا ہے مگر میان ابھی تک مست خواب ہین۔ اُنھین جگا کے کہا واہ رے تو کیا اب نماز

نہ پڑھوگے؟"
مرزا مسعود "(انگڑائی لے کے) ہان اٹھتا ہون" یہ کہہ کے مرزا مسعود اُٹھے۔ باہر گئے۔ اور عفت آرا جانماز بچھا کے نماز پڑھنے لگی۔ اور جب مرزا مسعود حوائج ضروریہ سے فارغ ہو کے آئے ہین اس وقت وہ بیٹھی تلاوت قرآن کر رہی تھی مرزا صاحب نے بھی نماز پڑھی۔ اور نماز کے بعد بھی جب دیکھا کہ بی بی ہنوز عبادت و قرآن خوانی ہی مین مشغول ہین تو بولے "بس ہو چکی نماز مصلّی اٹھائیے۔"

عفت آرا۔ (جو آیت پڑھ رہی تھی اُسے ختم کر کے) "ماشاءاللہ! تو اب مجھے قرآن بھی نہ پڑھنے دوگے؟"

مرزا مسعود "توبہ! معاذاللہ! تلاوت قرآن سے منع کرنا مسلمان کا کام ہے؟ لیکن اتنا چاہتا ہون کہ ذرا چاء واء کا بندوبست کر دو پھر جتنی دیر تک چاہنا قرآن پڑھتی رہنا۔"

عفت آرا "سورۃ ختم ہونے کو دو رکوع باقی ہین۔ اُسے پورا کر لون تو قرآن کو گردانون" یہ کہہ کے پھر تلاوت مین مشغول ہو گئی اور مرزا مسعود خاموش بیٹھے بیٹھے ایک سوچ مین پڑ گئے۔ اتنی دیر مین عفت آرا نے قرآن گردانا۔ باورچی خانہ مین جا کے دیکھا کہ ممدی چولھا جلا چکی۔ چاء اور ناشتہ تیار کر رہی ہے۔ اُسے جلدی کی تاکید کر کے اپنے کمرے مین واپس آئی اور میان کو اب تک فکر کے دریا مین غرق دیکھ کے بولی "تمھین دل ہی دل مین بی فیروزہ کی صحبت کا مزہ اٹھانے کا خوب موقع مل گیا۔"

مرزا مسعود "غیب کی باتون کا پتہ لگاتے لگاتے اب تو تم دلون کا حال بھی جاننے لگین۔"

عفت آرا "اسی لیے تو مجھے اپنے موکّل سے بڑی محبت ہے۔ وہ ایسا اچھا ہے کہ جو پوچھتی ہون بتا دیتا ہے۔ اور جو چاہتی ہون اس کی مدد سے معلوم کر لیتی ہون۔"

مرزا مسعود "مگر مین تو اس کا جانی دشمن ہون۔ تمھین تو اُس سے غیب کی باتین معلوم ہو جاتی ہین مگر میرا اُس نے ناطقہ بند کر رکھا ہے۔"

عفت آرا "ایسا نہ کہو۔ ابھی تمھین بھی اس سے کام لینا ہے۔" یہ کہہ کے وہ اُن کے قریب بیٹھ کے گلوریان بنانے لگی۔ پھر آپ ہی آپ کسی خیال پر مسکرائی

اور میاں کی طرف دیکھ کے بولی " کیا۔ تم نے محمود علی سے وہ پچاس روپیہ نہیں وصول کیے؟"
مرزا مسعود " میں نے تو وہ دن ہو اور آج کا دن گھر سے قدم ہی نہیں نکالا۔ اور اُس روز اس شرط پر تم ایسی خفا ہوئیں کہ اب تو میرا ارادہ نہیں ہے کہ اُن سے اُن روپیوں کا ذکر بھی کروں۔ مجھے تو وہاں کا کچھ حال بھی نہیں معلوم۔ خدا جانے وہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ اور کس خیال میں ہیں؟"
عفت آرا " (ہنس کے) اُن کا حال مجھ سے پوچھو؟"
مرزا مسعود " تم سے پوچھوں؟ تم کیا جانو؟"
عفت آرا " اے مجھ سے کوئی بات چھپی رہتی ہے؟ میں سب جانتی ہوں۔ کسی کی زبانی محمود علی نے سن پایا ہے کہ میں نے اُن کو اور ماہ حسین کو لچا اور شہدا اور فیروزہ کو بازاری عورت کہہ دیا۔ اس پر سب کو بڑا غصہ ہے۔ مگر تم ہی بتاؤ میں نے جھوٹ کہا تھا؟"
مرزا مسعود " مگر یہ خبر کس نے پہونچائی؟ مجھ سے قسم لے لو جو میں نے ایک لفظ بھی زبان سے نکالا ہو۔"
عفت آرا " اے تو میں کب کہتی ہوں کہ تم نے کہا۔ اب تو محمود علی کو بھی غیب دانی کا دعوے ہے؟"
مرزا مسعود " یہ غلط ہے۔ کسی نے تم سے جھوٹ کہہ دیا ہوگا۔ اُنھیں اس بات کا دعویٰ ہوتا تو کبھی تو میرے سامنے ظاہر کرتے؟"
عفت آرا " مجھے جھوٹ خبریں پہونچا کرتی ہیں؟ بیسیوں دفعہ آزمانے پر بھی تمہیں شک ہے؟"
مرزا مسعود " شک تو نہیں ہے۔ مگر میرا خیال یہ تھا کہ تمھیں میری تمام باتیں معلوم ہو جاتی ہیں۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ ساری دنیا کے حالات سے بھی تم واقف ہو جاتی ہو۔ اور اب تک ایسا خیال ہے"
عفت آرا " میں سب جانتی ہوں جس بات کو چاہتی ہوں معلوم کر لیتی ہوں۔ جب تک محمود علی سے تم ملے ہو اُس وقت تک اُنھیں یہ دعویٰ نہیں تھا۔ مگر اب فرماتے ہیں کہ غیب دانی کا ہنر میں نے بھی سیکھ لیا۔"
مرزا مسعود " ہوگا بھی۔ اب اِس ذکر کو جانے ہی دو۔ میرا ارادہ ہے کہ اب اُن لوگوں سے ملنا مطلقاً ترک کر دوں۔"

عفت آرا "مگر اس کا کیا علاج کہ کمبخت فیروزہ تمھیں کسی طرح بھولتی ہی نہیں؟ جب یاد آجاتی ہو گھنٹوں اُس کا خیال بندھا رہتا ہو۔ اور آنکھ لگ جاتی ہو تو اُسے خواب میں دیکھتے ہو"

مرزا مسعود "یہ بالکل سچ ہو جب تم خود ہی جانتی ہو تو مجھے چھپانے سے کیا حاصل؟"

عفت آرا "اسی لیے کہتی ہوں کہ آج نماز پڑھنے سے فراغت کرنے کے بعد تم فیروزہ سے جا کے مل آؤ۔ وہاں تمھارے دل کو ذرا تسکین بھی ہو جائے گی۔ دونوں دوست بھی مل جائیں گے۔ اور محمود علی کے دعوے بھی اپنے کانوں سے سُن لینا"

مرزا مسعود "میں تو جانتا ہوں کہ اس میں چاہے مجھ پر جبر ہو یا ظلم ہو یا جو کچھ ہو تم اب مجھے وہاں نہ بھیجو"

عفت آرا "میں تو سچ مچ نہ جانے دیتی مگر تمھاری تکلیف اور بیتابی مجھ سے نہیں دیکھی جاتی۔ گو تمھارا وہاں جانا اندیشہ سے خالی نہیں مگر میں خوشی سے اجازت دیتی بلکہ خود ہی بھیجتی ہوں۔ جاؤ۔ مگر خدا کے لیے اپنے آپ کو سنبھالے رہنا۔ وہ لوگ مکار مفتنی اور بدمعاش ہیں۔ اور تم نیک اور سیدھے سادے ہو"

مرزا مسعود "تو تم نے مجھے بالکل بے وقوف ہی سمجھ لیا ہے؟"

عفت آرا "اور سب طرح سے تم عقلمند ہو۔ تمھاری عقل و تمیز اور تمھاری ہوشیاری کے سامنے کسی کی کوئی ہستی نہیں مگر ایک رنڈی کا واسطہ ہونے کی وجہ سے تمھاری ساری عقلمندی بیکار ہے۔ خرابی یہ ہے کہ اُس پر تمھارا دل آیا ہوا ہو اور مجبور ہو کہ اس کی بات کو سچ مان لو"

مرزا مسعود "تو کیا تمھارا خیال ہے کہ میرے ساتھ جو وہ خلوص محبت کا اظہار کرتی ہے۔ اس میں وہ جھوٹی ہے؟"

عفت آرا "جھوٹی اور جھوٹی"

مرزا مسعود "یہ کہو تمھارے کہنے سے مان لوں مگر یقینی مجھے تو اُسکی محبت سچی معلوم ہوتی ہو"

عفت آرا "اسی سے تم پر اس کا جادو چلا ہوا ہو۔ اور اس کے معاملے میں تمھاری عقل اور سمجھ اور تمھارے ہوش و حواس سب بیکار ہیں"

مرزا مسعود "کیونکر؟"

عفت آرا "اسی کا تو تم کو یقین ہو کہ میں علم غیب رکھتی ہوں؟"

مرزا مسعود ’’ پورا یقین ‘‘

عفت آرا ’’ ہر طرح سے آزما چکے کہ چاہے کیسی ہی پوشیدہ بات ہو مجھے معلوم ہو جاتی ہے اور بالکل سچ سچ - جس مین جھوٹ کا ذرا بھی شبہ نہین ہوتا ‘‘

مرزا مسعود ’’ بیس دفعہ آزما چکا اور ہمیشہ سچ پایا ‘‘

عفت آرا ’’ یہ سب ہی - مگر میرے اس کہنے کا تمھین یقین نہین آتا کہ فیروزہ جو تمھارے ساتھ محبت کا دعوی کرتی ہے اس مین جھوٹی ہے ‘‘

اس کے جواب مین مرزا مسعود عاجز ہو گئے - اور عفت آرا نے کہا ’’ جواب دو ؟ آخر کچھ تو کہو ؟ ‘‘

مرزا مسعود ’’ کیا کہون ؟ کچھ کہتے نہین بنتا ‘‘

عفت آرا ’’ اچھا کبھی تم نے یہ بھی خیال کیا کہ فیروزہ تمھین دل سے چاہتی ہی تو پھر چوک مین کرہ لیکے کیون بیٹھی ہی ؟ اُس کے یہان سو طرح کے آدمیون اور بیسیون میرزادون کی آمد و رفت کیون ہی ؟ پاکدامن شریف زادیون کی طرح الگ مکان لے کے کیون نہین بیٹھی ؟ محبت اسی کا نام ہی کہ تمھاری الفت کا دم بھرے اور پچاس مردونکو اپنی بغل مین بٹھائے ؟ ‘‘

مرزا مسعود ’’ یون کونے مین مکان لے کے بیٹھ جائے تو کھائے کیا ؟ آخر اُسے پیٹ بھی پالنا ہی ‘‘

عفت آرا ’’ تمھاری غیرت کے بھی قربان جایئے - سچ ہی انسان اس کوچے مین جا کے بے غیرت بھی ہو جاتا ہی - یہ تم کو گوارا ہے کہ وہ عورت جو تمھاری محبت کا دم بھرتی ہی اور جس سے تم کو بھی الفت ہی اپنا پیٹ پالنے کے لیے بیسیون مردون کی بغل مین سویا کرے ؟ ‘‘

مرزا مسعود ’’ (پسینہ پسینہ ہو کے) لے اب خدا کے لیے اس ذکر کو چھوڑو - اور چاء منگوا دو - ان فضول باتون کا نتیجہ ہی کیا ہی ؟ مین نے تو کہہ دیا کہ اب اُس کے ہان نہ جاؤنگا ‘‘

عفت آرا ’’ چاء تو آتی ہی ہے (ابھی کہاری کو آواز دے کے کہ چاء جلدی لا) مگر یہ گفتگو انجام کو پہونچائے بغیر نہ رہونگی - تمھین بتانا ہوگا کہ یہ باتین تمھین گوارا ہین یا نہین ؟ ‘‘

مرزا مسعود ’’ تو خدانخواستہ مجھ سے اُس سے کسی قسم کا تعلق تھوڑا ہی ہی - اُسکی صورت ذرا بھلی معلوم ہوئی - دو گھڑی دل بہلانے کے لیے جانے لگا ‘‘

عفت آرا ’’ مگر اس جانے سے حاصل ؟ یونہین دل لگی دل لگی مین پوری لگ ہو جاتی ہی اور انگلی پکڑتے پکڑتے انسان پہونچا پکڑ لیا کرتا ہی - ابھی تو وہ تمھارے دل پر چھائی ہوئی ہ

چار دن مین تمھارے جان مال کی مالک ہوگی"۔
مرزا مسعود "تم تو پیچھے پڑ گئین۔ لو مین ملنے لیتا ہون کہ اُسے مجھ سے محبت نہین جلو چھٹی ہوئی؟
عفت آرا "یون زبردستی ہان لینا کس کام کا؟ مین تمھین اس وقت بے قائل کیے نہ رہونگی"۔
مرزا مسعود "مین ہر طرح قائل ہونے کو موجود ہون"۔
عفت آرا "نہین یون نہ مانون گی۔ بس ایک صورت ہے؟"
مرزا مسعود "وہ صورت بتاؤ"۔
عفت آرا "تم فیروزہ کی محبت کا امتحان کرو"۔
مرزا مسعود "جس طرح کہو"۔
عفت آرا "اُس سے کہو کہ اگر مجھے سچے دل سے چاہتی ہو تو میرے گھر مین چل کے بیٹھو اور عام لوگون سے ملنا چھوڑ دو"۔
مرزا مسعود "وہ تو خوشی سے قبول کرلے گی۔ مگر تمھین گوارا ہوگا؟"
عفت آرا "دل وجان سے۔ اے مین تو اُسے سر آنکھون پر بٹھاؤن گی۔ اور لونڈی بن کے اُس کی خدمت کرون گی؟"
مرزا مسعود "اب مین دیکھتا ہون کہ تم نے مذاق شروع کردیا"۔
عفت آرا "مین قسم کھا کے کہتی ہون کہ اس مین ذرا فرق نہوگا۔ وہ تمھاری محبوبہ ہے اور مین فقط تمھاری خوشی کی خواہان ہون۔ جس طرح تمھاری لونڈی ہون اُسی طرح اُس کی بھی لونڈی رہونگی جو تمھین دل سے عزیز ہو۔ اور جس کے خوش رہنے مین تمھاری خوشی ہو اُسکی خدمت کرنا میرا فخر ہے۔ مین اسے اپنا سرتاج بنا کے رکھونگی۔ مگر ہان نکاح کر کے لاؤ"۔
مرزا مسعود "لیکن شاید وہ نکاح پر تو راضی نہ ہوگی۔ یون ہر طرح پابندی کے ساتھ میری ہو کے رہنے کو تیار ہو جائے گی"۔
عفت آرا "یہ کیون؟ اس لیے کہ چار دن کے بعد جب بی صاحب کا دل بھر جائے تو اپنے گھر کی راہ لین اور نئے دوستون سے راہ و رسم پیدا کرین؟ اسی کا نام محبت ہے؟"
مرزا مسعود "مگر مین تو سمجھتا ہون کہ فیروزہ میرے ساتھ نکاح کرنے پر بھی راضی ہوجائیگی"۔
عفت آرا "بس پھر کیا ہے۔ راضی کرو"۔
مرزا مسعود "دیکھو پھر تمھین شکایت نہ ہو؟"

عفت آرا:- ذرا نہین مین تو وعدہ کر چکی کہ اُس کی لونڈی بن کے رہون گی"
مرزا مسعود:- مگر ابا جان اور سارے عزیز خفا ہو جائین گے؟"
عفت آرا:- مین اِس کی بھی ذمہ داری کرتی ہون۔ سب کو راضی کر دون گی"
اچھی کہاری دیر سے دست بستہ کھڑی تھی۔ عفت آرا نے اب اس کی طرف متوجہ ہو کے کہا "تو آخر چاء کب آئے گی؟"
اچھی:- مین تو منتظر کھڑی تھی کہ حضور باتین کر چکین تو دستر خوان بچھاؤن"
عفت آرا:- مین نے کہا تھا کہ جب تک مین باتین نہ کر چکون تم کھڑی رہنا؟"
اچھی:- (دستر خوان بچھاتے ہوئے) "حضور یون بھی مجھے بدتمیز اور بے ادب کہتین"
مرزا مسعود:- یہ تو حکم کی تعمیل تھی۔ اسے بدتمیزی یا بے ادبی سے کیا تعلق؟"
عفت آرا:- یہ بھی ایک بہانہ نکال لیا ہے۔ خبردار پھر ایسا نہ ہو"
اس کے بعد دونون میان بیویون نے دو چار توس۔ تھوڑی نرم روغنی روٹی دو ایک انڈے کھائے چاء پی ناشتہ سے فارغ ہوتے ہی عفت آرا نے لپک کے محمدی کو کھانے کے متعلق دو چار باتین بتائین۔ اور اُلٹے پاؤن واپس آکے کمرے کے دروازے بند کیے۔ اور دونون اپنی معمولی تعلیم مین مصروف ہو گئے۔ بیٹھتے بیٹھتے عفت آرا نے کہا "کل مجھے تمھاری پھوپی جان نے بلایا ہے۔ ارادہ ہے کہ ایک دن کے لیے چلی جاؤن"
مرزا مسعود:- تو شوق سے جاؤ۔ مجھ سے کہنے کی کیا ضرورت تھی؟"
عفت آرا:- مین تم سے بے پوچھے کہین نہین جا سکتی"
تعلیم کے گھنٹے لکھنے پڑھنے مین صرف کرنے کے بعد گیارہ بجے کے قریب دستر خوان بچھا۔ اور کھانے سے فارغ ہو کے مرزا مسعود ہاتھ دھو رہے تھے کہ عفت آرا نے کہا "اب آج جا کے تم اپنے دوستون سے مل آؤ۔ اور جس بات کا وعدہ کیا ہے اُسکی کوشش ضرور کرنا"
مرزا مسعود:- کیون مجھے عذاب مین پھنساتی ہو؟ اور تم بھی ابھی اُس کے نتائج سے واقف نہین۔ مین سچ کہتا ہون کہ انجام مین پچھتاؤ گی"
عفت آرا:- مین ہرگز نہ پچھتاؤن گی۔ اور تمھین اِس سے مطلب ہی کیا؟ پہلے اُسے راضی تو کرو"
مرزا مسعود:- بہتر تمھاری یہی خوشی ہے تو جاتا ہون"

یہ کہہ کے مرزا مسعود نے کپڑے پہنے۔ کنگھی کی۔ اور گھر سے نکل کے اُس کھلی دنیا مین پہونچے جس سے کئی دن تک جدا رہنے کے باعث غیر مانوس سے ہو گئے تھے۔

بارھوان باب

پھر وہی کوئے جانان

کوئی پہر دن چڑھا ہوگا کہ بی فیروزہ کو گانے بجانے کی تعلیم سے فراغت ہوئی۔ استاد تو چلے گئے۔ مگر دیس کی ایک چیز جو آج ہی سیکھی تھی اُسے چپکے چپکے غن غنایا تو لَے سے باہر ہو گئین۔ دل مین یہ اندیشہ ہوا کہ یہ چیز دھن سے نہ اتر جائے۔ حامد حسین کی طرف نظر اٹھا دیکھا تو وہ اِدھر پشت کیے آئینے کے سامنے بیٹھے طرح طرح کے مُنھ بنا بنا کے اپنی مختلف ہِجین دیکھ رہے تھے۔ آئینہ مین اُن کی وہ عجیب و غریب شکلین دیکھ کے زور سے قہقہہ لگایا۔ اور بولین "اوئی! ماشاء اللہ! کیا کیا چلے ہین! لے بس اپنی چھب دیکھ چکے۔ اب ذرا ادھر متوجہ ہو۔"

حامد حسین: "کیون؟"

فیروزہ: "مین گاتی ہون تم بایان لے کے ذرا ٹھیکا تو دیتے جاؤ۔"

حامد حسین: "جی اس کام کے لیے اپنے طبلیے کو بلوائیے۔"

فیروزہ: "تمھین میرے سر کی قسم ذرا بایان لے لو۔"

حامد حسین: "زبردستی کی اور بات ہے۔" یہ کہہ کے اُنھون نے بایان لیا۔ اور بی فیروزہ جان گانے لگین اور جب اطمینان ہو گیا کہ اب لَے سے باہر نہین ہون تو کہا "بس رہنے دو۔"

حامد حسین: "ذرا بن سنور کے بیٹھو۔ محمد زکی آتے ہون گے اور تمھین اُن کو پھانسنا ہے۔"

فیروزہ: "انھین آنے تو دو۔ ابھی بالکل سیدھا سادہ لڑکا ہے۔"

حامد حسین: "صبح کو اُٹھتے ہی میرے پاس دوڑے آئے۔ اور کہنے لگے آج مین اسکول نہ جاؤن گا۔ وہان کے عوض سیدھا فیروزہ جان کے گھر جاؤن گا۔"

فیروزہ: (ہنس کے) "تو تم نے انھین اچھے اسکول مین داخل کر دیا۔"

حامد حسین: "لڑکا گھر سے خوش ہے۔ اور مان باپ کا لاڈلا۔ جو مانگتا ہے مل جاتا ہے اور آج کل بے دریغ لٹا رہا ہے۔ بگڑتا ہر طرح۔ مینے کہا کہ اور کہین کیون جائے یہین پہونچا دون۔ اگر تم پر فریفتہ ہو گیا تو سمجھو کہ بن دامون کا غلام ہوگا۔ مگر

اتنا خیال رہے کہ ذرا اپنے آپ کو لیے دیئے رہنا۔"

فیروزہ "اے مجھے سکھاتے ہو! اور ہان اے محمود علی تو کہتے تھے کہ آج مرزا مسعود بھی آنے والے ہین"

حامد حسین "وہ چاہے آئین یا نہ آئین مگر اب اُن پر تمھارا قابو چلنا مشکل ہے۔ اول تو پہلے ہی سے بڑے سیلانی تھے۔ بیسیون رنڈیون کے وہان گئے۔ اور ہمیشہ کورے نکل آئے اُن کے دل پر کسی کا جادو نہ چلا۔ وہ تو خدا جانے تم نے کیا کر دیا کہ تمھارے پھندے مین پھنس گئے تھے مگر اب جورو ایسی زوردار اور ایسی بلا کی ملی ہو کہ اُس نے ہم سب کے دانت کھٹے کر دیے۔ اور مرزا جی تو اُس کے ہاتھ مین چیر غٹہ ہوئی ہین۔"

فیروزہ "مگر کیا کہون مجھے کچھ اُن کا ایسا خیال ہو گیا ہے کہ رہ رہ کے غصہ آتا ہے۔ کوئی ایسی تدبیر ہوتی کہ اس ظالم چھوکری کا غرور ٹوٹتا۔ محمود علی تو بہت کچھ زور لگا رہے ہین مگر تم نے ہاتھ پاؤن ڈال دیے۔"

حامد حسین "محمود علی تو سڑی ہو گئے ہین۔ خواہ مخواہ کو رات دن اسی اُدھیڑبن مین لگے رہتے ہین مگر تم سے کہے رکھتا ہون کہ ہونے ہوانے کا کچھ نہین۔ اور مفت مین ذلیل ہون گے۔"

یہ باتین ہو رہی تھین کہ میان محمود علی ایک بلاے ناگہانی کی طرح آدھمکے۔ صورت دیکھتے ہی فیروزہ کے چہرے پر رونق سی آ گئی اور بولی "کہو کیا کر آئے؟"

محمود علی "ہم بھلا بے کچھ کیے آتے ہین؟ لو اور کیا چاہتی ہو؟ مرزا مسعود اس وقت آتے ہون گے۔"

فیروزہ "تمھین میرے سر کی قسم؟"

محمود علی "تمھاری جان کی قسم؟ اور لو یہ بھی یاد کر لو کہ آج تم سے خوب کھل کے ملین گے۔ لگاوٹ کرین گے۔ اپنا عشق ظاہر کرین گے۔ اور نکاح کا ذکر چھیڑین گے؟"

فیروزہ "اونی انگلاح! اے تو کیا اب دوسرا نکاح کرین گے؟ ایک نکاح سے دل نہین بھرا؟"

محمود علی "دل بھرا ہو یا نہ بھرا ہو مگر تمھین شادی کا پیام دین گے؟ اور ہان وہ جو کل تمھارے یہان نہین آئے تھے۔ محمد زکی؟ وہ بھی آتے ہون گے۔ وہ یہان مرزا مسعود کا سامنا کرتے ڈرتے ہین انھین کسی ایسی جگہ بٹھا دینا کہ مرزا مسعود اُنھین نہ دیکھین۔"

فیروزہ "دیکھا جائے گا"
یہی باتین ہو رہی تھین کہ زینے پر کسی کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی۔ اور سب کو خیال گزرا کہ مرزا مسعود آگئے۔ مگر اس خیال کو محمد زکی کی صورت نے رفع کر دیا۔ جن کو دیکھتے ہی حامد حسین نے کہا "آیئے!" اور انھین بلا کے اپنے اور بی فیروزہ کے درمیان مین بٹھا لیا۔ فیروزہ نے نہایت معمولی طریقہ سے ان کی مزاج پرسی کی۔ اور مرزا مسعود کا خیال اس قدر دل و دماغ پر حاوی تھا کہ پھر محمود علی کی طرف متوجہ ہو گئی۔ اور کہا "کس کی شامت آئی ہے جو اُن سے نکاح کرے گا؟ اُن کی لاڈلی دولھن اُسے زندہ ہی کیون چھوڑنے لگی تھین؟"
محمود علی "مگر دیکھو تم اُنھین دوٹک جواب نہ دے دینا"
فیروزہ "تو کیا تمھارا یہ مطلب ہے کہ مین راضی ہو جاؤن؟ یہ تو قیامت تک نہ ہوگا"
محمود علی "اجی اس وقت رفع الوقتی کرنا ہے۔ تاکہ وہ ہتھے پر سے نہ اُکھڑ جائین۔ اور خالی زبان سے اقرار کر لینے سے تم کسی کی جورو تھوڑا ہی ہو جاؤ گی؟"
ان باتون مین محمد زکی کا دل نہ لگتا تھا۔ کل ابتدا مین تو وہ یہان جھینپے ہوئے تھے اور منھ سے بات بھی نہ نکلتی تھی۔ مگر کل ہی بی فیروزہ نے مارپیٹ کے سیدھا کر لیا تھا۔ اور ایک دن کے درس عشق مین ایسے بے باک ہو گئے تھے کہ آج جو تھوڑی دیر بھی فیروزہ جان کو اور طرف متوجہ اور نکاح کے تذکرے مین مصروف دیکھا تو بولے "اور مانا کہ آپ کسی کی جورو ہو جائینگی۔ مگر جب تک نکاح نہین ہوا ہے اُس وقت تک تو فدا غریبون پر بھی نظر عنایت رہے"
فیروزہ "اوئی! اب تو ماشاء اللہ سے خوب چہکنے لگے۔ اے گھبراؤ نہین پہلے تمھاری صورت کو جھلسا بتاؤن گی تب کہین جاؤن گی"
محمد زکی "اچھا تو ایک دن میرے یہان دعوت قبول کرو۔ ناچنا گانا۔ دو گھڑی بیٹھ کے ہنسنا بولنا۔ اور جب جی چاہے چلی آنا"
فیروزہ "کس دن؟"
محمد زکی "تم پہلے وعدہ کر لو۔ پھر دن بھی مقرر ہو جائے گا"
فیروزہ "تو میرے ساتھ یہ حامد حسین اور محمود علی بھی آئین گے؟"
محمد زکی "ان سب کی دعوت ہے۔ وہان کوئی غیر تھوڑا ہی ہوگا یہی دو چار آدمی جو یہان

بیٹھے ہین وہان بھی ہون گے ۔"

فیروزہ " تو ابھی دس پندرہ دن ٹھہر جاؤ ان دنون مجھے کئی جگہ مجرون مین جانا ہے ۔"

محمد زکی " وہان بھی مجرا ہی سمجھ کے آؤ ۔ لیکن ایک بات ہے ۔"

فیروزہ " وہ بھی کہہ ڈالو ۔"

محمد زکی " مگر اُسے اکیلے مین کہون گا ؟"

فیروزہ " تو اُدھر دوسرے کمرے مین چلون ۔"

محمد زکی " ہان چلو ۔" دونون اُٹھ کے تخلیہ کے کمرے مین گئے ۔ جہان محمد زکی نے موقع پاکے اپنی بے تابی و بیقراری ظاہر کی ۔ دل کا حال کھول کے سامنے رکھدیا ۔ اور کہا "اتنے دنون صبر کس سے ہو سکے گا ؟"

فیروزہ " ای تو تم اسی لیئے دعوت کرتے ہو ؟ پہلے گڈھیا مین جا کے منھ تو دھو آؤ ! ای اب تو آتی بھی ہون گی تو نہ آؤن گی ۔"

محمد زکی " خدا کی قسم مر جاؤن گا ؟"

فیروزہ " مرو یا جیو میری جوتی سے ۔ کیا جلدی مرنے مین آئے ہین ! ای یہان برسون انسان کو امیدواری کرنی پڑتی ہی ۔ نہ ابھی مین تمھارے حال سے واقف ہون نہ تمھارا مذاق مجھے معلوم ہوا ہی ۔ جانتی ہی نہین کہ تم کون ہو ۔ اور کس مرض کی دوا ہو ۔"

محمد زکی " ابھی کوئی ہون گا مگر تمھارے رخ زیبا کا دیوانہ ہون ۔"

فیروزہ " ایسے بہت سے دیوانے آیا کرتے ہین جنھین مین مُنھ بھی نہین لگاتی ۔ یہ بھی حامد حسین کی مروت تھی جو تم سے اتنی جلدی بے تکلف ہو گئی ۔ ورنہ مہینون تک تو مین کسی سے بات نہین کرتی ۔"

محمد زکی " اُفوہ ! بڑی سنگدل ہو ! بڑی ظالم ہو ! اچھا تو مین وعدہ کرتا ہون کہ کسی قسم کی گستاخی نہ کرون گا ۔ اب تو میری دعوت قبول کرو گی ؟" یہ کہتے وقت ایک بیس رُپیہ کا نوٹ نکال کے فیروزہ کے شلوکے کی جیب مین رکھدیا ۔

بی فیروزہ نے نوٹ رکھتے وقت تو کوئی مزاحمت نہین کی مگر جیسے ہی دیکھا کہ نوٹ جیب مین پہونچ گیا ۔ ہاتھ جھٹک کے بولین " اوئی ہٹ کے بات کرو ۔ چرٹے کے ہاتھ لگائے دیتے ہین ۔ تم تو بڑے اُستاد نکلے ۔ اسی بہانے سے ہاتھ لگا لیا ۔"

اتنے مین دوسرے کمرے سے محمود علی کی آواز آئی "آیئے ! واللہ آپ ہی کا انتظا

ہو رہا تھا! اور ساتھ ہی حامد حسین نے پکار کے کہا "فیروزہ جان کہان گئین ؟ یہ مرزا مسعود آگئے - اب کیا ہی - بوگھی کے چراغ جلاؤ" یہ سنتے ہی فیروزہ جان اُدھر لپکین تو محمد زکی نے نہایت ہی بدحواسی کے ساتھ روکر کے کہا "خدا کے لیے مجھے تو کہین چھپا دو"

فیروزہ "کیون ؟"

محمد زکی "مین اُن کے سامنے نہین آسکتا - کل ہی گھر سے نکال دیا جاؤن گا - تمھارے سر کی قسم ان سے بہت ڈرتا ہون"

فیروزہ "اوئی تو کیا وہ ہوا ہین ؟"

محمد زکی "ہان میرے لیے ہوا ہی ہین - کہین اُنھین جھوٹون معلوم ہو جائے کہ مین یہان موجود ہون تو قیامت آجائے"

فیروزہ "اچھا تو تم اِس کمرے مین بیٹھے رہو"

محمد زکی "وہ یہان تو نہ آئین گے ؟"

فیروزہ "نہین - اور آئین گے بھی تو مین پہلے سے آکے تمھین کہین اور چھپا دون گی"

یہ کہہ کے بی فیروزہ نازو انداز سے قدم اٹھاتی کمر کو بل دیتی اور دوپٹہ کے آنچل کے ساتھ جھونکے کھاتی ہوئی پہونچین - اور مرزا مسعود کی صورت دیکھ کے بولین "ہُین! یہ آج آفتاب کدھر سے نکلا ہے ؟"

مرزا مسعود "(جدھر سے بی فیروزہ نمودار ہوئین تھین اُسی طرف اشارہ کر کے) اُدھر سے!"

فیروزہ "بس بندی کے حال پر مہربانی ہی ہے"

محمود علی "کیون فیروزہ جان مین نے کہہ نہین دیا تھا کہ آج آئین گے اور بی بی کے بھیجے ہوئے آئین گے - پہلی بات کا ثبوت مل گیا - اب دوسری خود ان سے پوچھ لو"

فیروزہ "اے ہان مرزا صاحب کچھ اور بھی سُنا ؟ تمھاری بی بی کی طرح اب تو انھین بھی علم غیب آگیا ؟"

مرزا مسعود "ہان سُن چکا ہون ؟"

فیروزہ "کس سے ؟"

مرزا مسعود "اپنے گھر مین بیگم سے - اور کس سے سنتا ؟"

حامد حسین - (حیرت زدہ ہو کے) "تو انھین اس کی بھی خبر ہو گئی ؟"

مرزا مسعود ؔ کوئی بات اُن سے چھپی تھوڑے ہی رہتی ہے۔ وہ تو جن ہیں جن۔ (محمود علی کی طرف دیکھ کے) ہاں خوب یاد آیا۔ لائیے اُس روز کی شرط کے پچاس روپیہ تو ڈھیلے کیجیے۔"

محمود علی ؔ اور اِس کا ثبوت کہ اُس روز کے سارے حالات آپ کی بی بی کو معلوم ہو گئے تھے؟"

مرزا مسعود ؔ معلوم ہی ہو گئے تھے۔ میں نے ایک لفظ بھی زبان سے نہیں نکالا۔ اور انھوں نے بیان کا آنا۔ تم سے شرط بدنا۔ فیروزہ جان کو کھانا کھلانا۔ جو جو کچھ واقعات گذرے تھے بلا کم و کاست بیان کر دیے۔"

محمود علی ؔ مگر آپ ہی شرط بدو۔ اور آپ ہی اپنے بیان پر جیت بھی لو۔ ننھے ہیں۔ اتنا بھی نہیں جانتے کہ بغیر دلیل کے کوئی کیوں ماننے لگا؟ اور جو تم نے آپ ہی اپنا کچا چٹھا اُنھیں سُنا دیا ہو تو؟"

مرزا مسعود ؔ استغفر اللہ! بھلا میں پچاس روپیہ کے لیے جھوٹ بولونگا؟ یا تمھیں فریب دونگا؟"

محمود علی ؔ لیکن آپ ہی انصاف سے کہیں کہ یہ کس قانون میں لکھا ہے کہ جو بدنے والا ہو اُسی کے سب دعوے بے دلیل مان لیے جائیں؟"

مرزا مسعود ؔ قانون معاہدہ میں چاہے نہ لکھا ہو۔ مگر جس اخلاقی قانون پر ہمارا عمل ہے اُس میں یہ ضرور لکھا ہوا ہے۔ یوں نہ دیجیے تو اور بات ہے۔ مگر شرط میں ضرور جیتا۔"

محمود علی ؔ میں مانے لیتا ہوں کہ آپ کی بی بی کو سب باتیں معلوم ہو گئی تھیں۔ چنانچہ اسی بنیاد پر آپ کے جان نثار دوستوں کو وہ لُچا شہدا اور فیروزہ جان کو جنکی شرافت میں کسی کو عذر نہیں ہو سکتا بازاری عورت کہہ بیٹھیں۔"

مرزا مسعود ؔ تو بس تمھیں پھر کس بات کا عذر ہے؟ تم کو خود ہی خبر ہے کہ اُن کو سب باتیں معلوم ہو گئیں۔"

محمود علی ؔ عذر یہ ہے کہ گو یہ سچ ہے مگر آپ بغیر ثبوت کے شرط کی رقم پانے کے مستحق نہیں ہیں۔"

فیروزہ جان اِس گفتگو کے اثنا میں مرزا مسعود کے پہلو میں آ کے بیٹھ گئی تھیں اب گفتگو کو بے مزہ ہوتے دیکھ کے بولیں ؔ اے ہٹاؤ بھی نگوڑے پچاس روپیوں کی بھی کوئی اصل و حقیقت ہے جن کے لیے جھگڑ رہے ہو؟ محمود علی نہیں دیتے تو لو میں دیے دیتی ہوں۔" یہ کہہ کے جیب سے وہی محمود علی کا دیا ہوا نوٹ نکالا۔ اُسے کھول کے دیکھا اور کہا "لو بیس روپیہ ہوئے۔ باقی رہے تیس؟ وہ بھی لو۔ (حامد حسین سے) ذرا میرا صندوقچہ تو ادھر سے اُٹھا دینا۔"

مرزا مسعود ''میں خدا کی قسم نہ لوں گا''

محمود علی ''یوں تو میں بھی ابھی بسا دینے کو تیار ہوں۔ مگر پہلے یہ اپنا قانونی حق ثابت کر لیں''

فیروزہ ''اے بھاڑ میں گیا قانونی حق! اب کوئی اور بات بھی کرو گے یا لڑتے ہی جاؤ گے؟''

(مرزا مسعود سے) ''اجی تم نے ان کے علم غیب کا امتحان بھی کیا؟''

مرزا مسعود ''بھلا علم غیب کوئی آسان چیز ہے؟ ادھر اُدھر سے دو ایک باتیں لے بھاگے ہوں گے''

فیروزہ ''اے نہیں۔ انھیں سب باتیں معلوم ہو جاتی ہیں''

مرزا مسعود ''ہوگا۔ میری بی بی نے بھی اب اتنی ترقی کی ہے کہ پہلے تو انھیں فقط میری باتیں معلوم ہو جایا کرتی تھیں۔ اب تم سب کی باتوں سے بھی وہ واقف ہو جاتی ہیں۔ خدا جانے کیا اسرار ہے! میری سمجھ میں تو نہیں آتا''

فیروزہ ''اچھا یہ بتاؤ کہ کئی دن کے بعد آج ادھر بھول کیوں پڑے؟''

مرزا مسعود ''کیا کہوں؟ نہ رہا گیا کمبخت دل نے نہ مانا''

فیروزہ ''اے تو تمھاری دلھن کو اور سب ہنر آتے ہیں یہ نہیں آتا کہ تمھارے سینہ پر ہاتھ رکھ کے ذرا دل کو بھی تسلی دے دیا کریں؟''

مرزا مسعود ''یہ ہنر تو بس تمھیں کو آتا ہے''

فیروزہ ''میرا نام نہ لو تمھاری زبان سے یہ باتیں سن کے مجھے بڑا صدمہ ہوتا ہے۔ یا تو اس قدر جورو کے غلام ہیں کہ ہفتوں کے بعد آج کہیں صورت دکھائی ہے اور یا یہ نخرہ لے کے آئے ہیں۔ مجھے منہ دیکھے کی محبت اور جھوٹ سچ باتیں بنانے سے نفرت ہے''

مرزا مسعود ''نخرہ نہیں۔ آج تو تمھارے سر کی قسم دل میں ٹھان کے آیا ہوں کہ اب روز روز کی مصیبتیں کون جھیلے؟ اب فیصلہ کر ہی کے جاؤں گا''

فیروزہ ''میرا تمھارا فیصلہ یہاں ہو چکا۔ وہ خدا کے سامنے ہوگا''

مرزا مسعود ''اجی آج ہی فیصلہ ہوگا تم دیکھو تو سہی''

فیروزہ ''تو کیا فیصلہ ہوگا؟ کچھ میں بھی تو سنوں''

مرزا مسعود ''اچھا تھوڑی دیر صبر کرو کہہ دوں گا''

فیروزہ ''اوئی اے مجھے خلجان ہوتا ہے۔ جو کچھ کہنا ہو جلدی کہو''

مرزا "بس یہ فیصلہ کرلیا ہو کہ اب بے تمھارے دل کو چین نہیں پڑ سکتا۔ مین نے دل کو روک کے بہت آزمایا مگر معلوم ہوگیا کہ یہ کسی طرح نہ مانے گا۔"

فیروزہ "بڑی مہربانی۔ اجی ہوش مین کہ نہین؟ دُلھن جان کو یہ باتین معلوم ہوگئین تو چوھیا کا بل ڈھونڈھتے پھروگے۔ اُن کے مؤکل کھڑے سُن رہے ہون گے۔"

مرزا مسعود "اجی اُن سے بھی فیصلہ کرلیا۔ اور آخر مجبور کرکے راضی کر ہی لیا۔"

فیروزہ "اجی کس دل سے؟ یہ میرے حال پر ان کی نظر عنایت کیون ہوئی؟ چاہتی ہونگی کہ اپنے قبضہ مین کرکے ستائین۔ باندھ کے مارین۔"

مرزا مسعود "بھلا میرے ہوتے کسی کی مجال پڑی ہو کہ تمھین ستائے؟ اس کے بعد مرزا صاحب نے فیروزہ کے کان مین جھک کے کہا "کہین الگ چلو تو اطمینان سے باتین کرین"۔

فیروزہ "(کان مین بہت آہستہ سے) تو اچھا مین یہان سے اٹھی جاتی ہون۔ دو چار منٹ کے بعد تم بھی اُٹھ کے اُس کمرے مین چلے آنا" یہ کہہ کے بی فیروزہ نے محمود علی کی تعریف شروع کی۔ اور دو چار باتون کے بعد اُٹھ کے چلی گئین۔

تیرھوان باب

محبت کا امتحان

فیروزہ جان یہان سے اُٹھ کے گئین تو باورچی خانہ کا ایک چکر لگا کے سیدھی اُس کمرے مین پہونچین جہان محمد زکی کو بٹھا آئی تھین اور اُن سے جاتے ہی کہا "کہین جلدی چھپو؟"

محمد زکی "کیون؟"

فیروزہ "مرزا مسعود یہان آتے ہین لے جلدی اٹھو۔"

محمد زکی "(گھبرا کے) "تو پھر مین کہان جاؤن گا؟"

فیروزہ "(ایک دروازے کی طرف اشارہ کرکے) "اُس کوٹھری مین چلے جاؤ۔ اور جب مرزا مسعود یہان آئین تو تم دوسری طرف کا دروازہ کھول کے چپکے سے چلے جانا۔ لے اب خدا کے لیے جلدی اٹھو نہین تو وہ آہی جائین گے۔"

محمد زکی سے گھبراہٹ مین سوا اس کے کچھ نہ بنی کہ بھاگ کے کوٹھری مین ہو رہے اور بی فیروزہ نے اُن کے جاتے ہی جھٹ ادھر سے کنڈی چڑھالی۔ اور لپک ایک سیر

زلف گرہ گیر کو اُدھر ٹال کے قد آدم آئینہ کے سامنے جو دیوار میں لگا ہوا تھا کھڑی ہو کے اپنے حُسن کی بہار دیکھنے لگین۔ کبھی اپنی چشم مست کو دیکھ کے دل ہی دل مین کہتین نرگس فتان اسے کہتے ہین۔ اور کبھی زلف پیچان کے خم وپیچ پر نظر ڈال کے فرماتین دل اس مین پھنستے ہین تو پھر اسی مین اُلجھ کے رہ جاتے ہین۔ اس کے بعد دستی رومال سے آنکھون کے کونون سے سرمہ پونچھا۔ اور باچھون سے پان کی سرخی پونچھ رہی تھین کہ مرزا مسعود آگئے۔ اور انھین خود آرائی وخود بینی مین مشغول دیکھ کے بولے "اللہ! اللہ! دیکھو کہین تم ہی میری رقیب نہ بن جانا!"

فیروزہ۔ (ایک ٹھنڈی سانس لے کے) "جاؤ اپنا کام کرو۔ دل مین تو خاک اڑ رہی ہے بس زبانی باتین لے لو۔ بھئی مجھے ایسے زبانی جمع خرچ سے نفرت ہے؟"

مرزا مسعود "تو تمھین یقین نہین آتا۔ مگر تم جانتی ہو کہ مین جھوٹ نہین بولتا"

فیروزہ "سب جانتی ہون۔ تمھارے دل مین میری محبت ہوتی تو یہی ہوتا جو تم کرتے ہو؟ اے آج کوئی چھ سات دن کے بعد تو صورت دکھائی ہے"

مرزا مسعود "خدا کی قسم تم میری مجبوریون کو نہین جانتین"

فیروزہ "لاکھ مجبوریان ہون۔ دل کو لگاؤ ہو تو انسان کسی کا بھی خیال نہین کرتا۔ اے تم کیا جانو کہ محبت کسے کہتے ہین۔ مین سچ کہتی ہون کہ محبت بُری چیز ہے۔ تمھارے ساتھ ایک تھوڑا لگاؤ ہو گیا ہے۔ اُسی مین یہ حالت ہے کہ نہ کسی چیز مین مزہ آتا ہے اور نہ کسی پہلو پر قرار آتا ہے۔ رات بھر تمھارا خیال آنکھون کے سامنے رہتا ہے۔ اور نیند حرام ہو جاتی ہے۔ تم اپنے چین سے لیٹ کے سوتے ہو۔ اور مین پڑی کروٹین بدلا کرتی ہون یہ ساری منھ دیکھے کی باتین ہین۔ بس رہنے بھی دو"

مرزا مسعود "مین قسم کھا کے کہتا ہون کہ چاہے آؤن یا نہ آؤن مگر تمھاری یہ پیاری صورت ہر گھڑی اور ہر وقت ان مشتاق آنکھون کے سامنے رہتی ہے"

فیروزہ "اے اب بہت آپے سے باہر نہ ہو۔ غیب دان دولھن کے موکل تمھاری سب باتین اُنھین جا کے لگا آئین گے۔ اور تمھارا کہین پتہ نہ لگے گا"

مرزا مسعود "ہان اُنھین معلوم ہے شک ہو جائے گا۔ مگر اب مجھے اس کی چندان پروا نہین"

فیروزہ - (بشاش چہرے سے) این! تو کیا بی بی سے لڑائی ہو گئی؟"

مرزا مسعود "نہین مگر مین نے اُنھین اس بات پر راضی کر لیا کہ تم سے بھی تعلقات رکھون"

فیروزہ "اے ہے - بڑی مہربانی کی - میری طرف سے اُن کا شکریہ ادا کر دینا - تو پھر اب تم یہان روز آیا کرو گے؟"

مرزا مسعود "ہان تم سے روز ملون گا - لیکن اب تم بھی سچ سچ بتا دو کہ تمھین مجھ سے محبت ہے یا نہین؟ اور مجھ سے واسطہ رکھنا چاہتی ہو یا اس مین تامل ہے؟"

فیروزہ "یہ باتین مجھ سے نہین اپنے دل سے پوچھو"

مرزا مسعود "میرا دل تو یہ کہتا ہے کہ تمھین مجھ سے محبت بھی ہو اور تم مجھ سے واسطہ بھی رکھنا چاہتی ہو"

فیروزہ "اچھا مین نے مانا کہ تم سچے ہو - پھر؟"

مرزا مسعود "پھر یہ کہ اگر حقیقت مین ایسا ہے تو میری کچھ شرطین ہین؟"

فیروزہ "وہ کیا؟"

مرزا مسعود "مجھے یہ گوارا نہین ہو سکتا کہ تم سے مجھ سے بھی تعلق رہے اور اور لوگونکی بھی تمھارے یہان آمد و رفت رہے - اور بیسیون خریدار تمھین گھیرے رہین"

فیروزہ "اور کیا تمھین یقین ہے کہ تم سے راہ و رسم پیدا کرنے کے بعد مین کسی اور سے بھی سلام و پیام رکھون گی؟ اجی جو تم وفاداری کا وعدہ کرو تو مین بھلا کسی اور کی ہو سکتی ہون؟ یقین جانو کہ سوا تمھارے کسی کا مُنھ تک تو دیکھون گی نہین"

مرزا مسعود "بس! بس! یہ کافی ہو - تو مین جس طرح رکھون گا رہو گی؟"

فیروزہ "جس طرح رکھون گا! اب تم مجھے اپنی بی بی کے حوالے کر دو وہ مجھے رات دن جوتیان لگایا کرین تو یہ ہونے سے رہا"

مرزا مسعود "نہین بھلا یہ ہو سکتا ہے؟ تو اگر تمھارے رہنے سہنے اور آرام آسایش کا پورا سامان کر دیا جائے اور تم کو کسی بات کی تکلیف نہو تو میری بن کے رہو گی؟"

فیروزہ "سر آنکھون سے یہی تو میری تمنا ہے"

مرزا مسعود "تو مین الگ مکان لیکے رکھونگا؟ اور پردے مین بٹھاؤن گا؟"

فیروزہ "مجھے سب طرح منظور ہے"

مرزا مسعود "تو اب ایک اور بات بھی سُن لو"
فیروزہ "ہان سب کہہ ڈالو۔ کوئی بات اُٹھا نہ رکھنا"
مرزا مسعود "مین اگرچہ کوئی بڑا متقی و پرہیزگار نہین مگر تم جانتی ہو کہ حرامکاری سے ہمیشہ بچتا رہا۔ اور کوئی نہین کہہ سکتا کہ میرا قدم کبھی برے راستے مین پڑا ہو۔ اگر تمھین میرا ساتھ دینا ہو میری ہو کے رہنا چاہتی ہو اور میرے ساتھ نباہنے کو تیار ہو تو نکاح ہو جائے"
فیروزہ "نکاح! ہوش کی دوا کرو۔ مجھ سے نکاح کر کے گھر مین رہنے بھی پاؤ گے؟"
مرزا مسعود "اس سے تمھین کیا؟ مین بندوبست کر لون گا؟"
فیروزہ "یہ کوئی آسان بات نہین۔ بڑی مشکل مین پڑ جاؤ گے"
مرزا مسعود "مین مشکلون مین پڑ جاؤن گا تمھاری بلا سے تم کو تو کوئی مشکل نہین ہے؟"
فیروزہ "نہین مجھے بھی مشکل ہے"
مرزا مسعود "مشکل ہونے کی وجہ؟ نکاح کے لیے جتنی شرطین ہین وہ سب تمھین قبول ہین۔ پھر کون سی مشکل پیش آ سکتی ہے؟"
فیروزہ "تم چاہتے ہو کہ مجھے اپنے پھندے مین لے کے ہر طرح سے بے بس کر دو"
مرزا مسعود "تو یہ کہو کہ تمھین مجھ پر اعتبار نہین۔ اور نہ سچے دل سے نباہنے کو راضی ہو"
فیروزہ "وہ تمھاری حکومت تو مین ہر طرح سہ لونگی۔ مگر تمھاری بی بی کی حکومت مجھ سے نہ اٹھائی جائے گی"
مرزا مسعود "مین تو کہتا ہون کہ اُن کو تم سے کوئی واسطہ ہی نہ ہوگا"
اب فیروزہ سے کوئی بات بنائے نہ بنتی تھی۔ اور نہ کوئی جواب بن پڑتا تھا۔ آخر پریشان و لاجواب ہو کے بولی "بھئی اس امر مین جو کچھ اختیار ہو اماں جان کو ہو مین کچھ نہین کہہ سکتی"
مرزا مسعود "وہ تو کروڑ برس بھی راضی نہ ہونگی۔ اور تم جیسی اماں جان کے کہنے مین ہو اسے بھی مین خوب جانتا ہون۔ سوا باورچی خانے مین ماماؤن کی طرح پڑے رہنے کے ان کی اتنی بھی تو مجال نہین کہ کبھی ایک گھڑی کے لیے تمھارے کمرے مین چلی آئین۔ یہ کہو کہ تم نے ان کا ایک بہانہ نکال لیا ہے"
فیروزہ "ہزار کچھ ہو پھر میری ماں ہین"

مرزا مسعود۔ خیر جو کچھ ہو۔ مگر تمھارے ساتھ میرا تعلق اسی شرط سے ہو سکتا ہے۔"

فیروزہ۔ تو یہ کہو کہ آج بی بی کے سکھائے پڑھائے آئے ہو۔ اب وہ چاہتی ہین کہ مجھے اِس طرح اپنے بس مین کرکے جوتیان لگائین کہ مین چون بھی نہ کر سکون۔"

مرزا مسعود۔ مین اِس سے انکار نہین کرتا کہ مینے اُن کو راضی کر لیا ہے اور انھون نے مجھے خوشی سے اجازت دیدی ہے کہ تمھین اپنے گھر مین بٹھاؤن اور تم سے تعلقات رکھون

فیروزہ۔ تو ویسے ہی تعلقات رکھو جیسے ہم لوگون سے ہوا کرتے ہین۔"

مرزا مسعود۔ ایسے تعلقات کو تو مین کبھی نہین پسند کرون گا۔ تم جانتی ہو کہ نہ مین کوئی بازاری شُہدا ہون۔ اور نہ کوئی بگڑا ہوا امیرزادہ۔"

فیروزہ۔ مین پوچھتی ہون کہ تم جو میرے یہان آیا کرتے تھے تو مجھے شادی کا پیام دینے کے لیے آیا کرتے تھے؟"

مرزا مسعود۔ نہین اِس ارادے سے نہین آتا تھا۔ مگر اُس وقت تک تم سے کوئی تعلقات پیدا کرنے کا خیال بھی نہ تھا۔ تم جانتی ہو کہ مین بیسیون بازاری عورتون کے وہان جاتا رہا ہون اور یہ بھی جانتی ہو کہ کس طرح اور کس وضع سے جاتا رہا ہون۔"

فیروزہ۔ خیر وہ تم جس طرح اور جس ارادے سے آئے گئے ہو مگر مین تمھین اس امر مین بے سوچے سمجھے جواب نہین دے سکتی۔ اچھا ہمارے تمھارے درمیان محبت کا تعلق ہو جائے اور مجھے تم جس طرح چاہو الگ مکان مین لے جا کے رکھو برس دو برس تمھاری محبت کا رنگ اور تمھارا سلوک دیکھ کے نکاح بھی کر لون گی۔"

مرزا مسعود۔ یہ بھی منظور۔ اور اِس صورت مین مجھ سے تم سے کوئی ناجائز واسطہ نہ رہے گا۔ تمھین الگ رکھون گا۔ اور مین بھی آپ ہی الگ رہون گا۔"

فیروزہ۔ پھر مجھے الگ مکان مین قید کرنے سے فائدہ؟"

مرزا مسعود۔ یہ امید کہ چند روز بعد تم میری ہو جاؤ گی۔"

فیروزہ۔ یہ تو مجھ سے نہ ہو سکے گا۔"

مرزا مسعود۔ تو پھر سمجھ لو کہ آج کے بعد سے تم میری صورت بھی نہ دیکھو گی مین بے شک اِس پیاری صورت پر جان دیتا ہون۔ ان زلفون مین دل پھنسا ہوا ہے۔ ان پلکون کے خنجرون ان رسیلی مستانہ آنکھون کے تیرون کا بسمل ہون۔ مگر پھر بھی اپنے دل پر قابو رکھتا ہون۔"

فیروزہ ”دیکھو اب بے مروتی کرتے ہو۔ تمھارا دل تمھارے بس مین ہو گا مگر میرا دل میرے بس مین نہین۔ ہاے تم نے میری محبت کی قدر نہ کی“۔ ایک بیتابی اور بے صبری سے اس نے یہ کلمات کہے۔ اور مرزا مسعود سے لپٹ کے رونے لگی۔

مرزا مسعود ”مین اس رونے دھونے کو بالکل جھوٹ سمجھتا ہون“

فیروزہ ”(اُس کے منھ کے قریب منھ لے جا کے اور ایک بھولے پن کی ادا سے) ”مین جھوٹی ہون؟“

مرزا مسعود ”بے شک جھوٹی ہو۔ اِس لیے کہ اِس مین ذرا بھی سچائی ہوتی تو تم نکاح سے انکار نہ کرتین؟“

فیروزہ ”اے مین کہتی ہون تمھاری عقل کہان گئی؟ نکاح کوئی کھیل ہے؟ یہ کہین باتون باتون مین ہوا ہے؟ زندگی بھر کے لیے تمھاری لونڈی بن جاؤن۔ سب ملنے جلنے والون کو تج دون۔ اور ہر طرح سے اپنے پاؤن کاٹ دون۔ بھلا یہ کوئی کہنے کی بات ہے؟“

مرزا مسعود ”تو یہ کہو کہ مین تم سے مایوس ہو جاؤن۔ اچھا تو پھر اب میرے یہان ٹھہرنے کی کیا ضرورت ہے؟ خدا حافظ“ نہایت ہی استقلال اور مضبوطی کے چشم و ابرو سے یہ کلمات کہہ کے مرزا مسعود نے فیروزہ سے اپنے آپ کو علیحدہ کیا۔ جو اب تک اُن کے سینے سے لپٹی ہوئی تھی۔ اور کمرے سے نکل کے چلے گئے۔

اُن کے جانے کے بعد فیروزہ کچھ دیر تک تو اُسی دروازہ کی طرف وہم بخود دیکھتی رہی جس مین سے نکل کے مرزا مسعود گئے تھے۔ پھر آپ ہی گویا خود اپنی طرف خطاب کر کے بولی اب ان کا قابو مین آنا دشوار ہے۔ لیکن ہاے اسے کیا کرون کہ اِنھین کی طرح میرا دل بھی قابو مین نہین۔ آخر ان مین کیا بات ہے کہ مین اِن کے لیے حیران ہون؟ ان کی صورت مین کون سے لعل جڑے ہوئے ہین جو دل اُن کا دیوانہ ہوا جاتا ہے؟ مگر آج مین اِن سے ہار گئی۔ یہ اپنی بات سے نہ ٹلے۔ اور مین مجبور ہون کہ اپنی ضد سے باز آ جاؤن۔ اچھا چلو اب وہان چل کے دیکھون کہ محمود علی سے اِن سے کیا باتین ہوتی ہین“۔

یہ کہہ کے اُٹھی۔ آئینہ کے سامنے کھڑے ہو کے اپنے بال سنوارے۔ آنسوؤن سے کاجل بہ آیا تھا اُسے پونچھا۔ پھر غور سے اپنی صورت دیکھ کے بولی ”پہلے اپنا منھ دھو ڈالون

تم وہان جاؤن - یہ محمود علی اور حامد حسین بڑے سیانے ہین تاڑ جائین گے کہ مین روئی ہون اور چہرہ بدلا ہوا ہے" یہ کہہ کے سیدھی حمام مین گئی - ونولیا سوپ سے دوبار منھ دھویا - پانی کے چھینٹے دے دے کے تمتمائے ہوئے گالون پر سے برہم مزاجی کے آگ کے شعلے بجھائے - اور تولیا سے منھ پونچھ کے اُس کمرے مین آئی جس مین حامد حسین محمد زکی اور محمود علی بیٹھے ہوئے بادشاہ چنگ کھیل رہے تھے - فیروزہ نے آتے ہی ان لوگون کو کھیل مین مشغول دیکھ کے کہا "ارے ہٹاؤ بھی - یہ بھی نگوڑا گنجیفہ کا کوئی وقت ہے؟" پھر محمد زکی کے قریب جا کے بیٹھ گئی - اُن کے ہاتھ سے بازی لے کے دیکھی - اور یہ کہہ کے کہ "اسی بازی پر تم کھیل رہے تھے؟" پتے سب کے سامنے کھول کے ڈال دیے -

محمد زکی "یہ تم نے بڑا ستم کیا - میری بہت اچھی بازی تھی - واللہ! دونون طرف خلال دیتا"

فیروزہ - (دونون ہاتھون سے محمد زکی کو ڈھکیل کے) "اے ہٹو بھی - تمھین تو بس کھیلنے والے ہو نہ؟ اور دو طرفہ خلال دیتے؟ منھ تو بنا آؤ جا کے" (محمود علی سے) "مرزا صاحب کہان گئے؟"

محمود علی "وہ تو تمھارے پاس سے کچھ روٹھے ہوئے سے آئے اور سیدھے زینے سے اتر کے چلے گئے - ہم لوگون کی طرف نگاہ اُٹھا کے دیکھا بھی نہین"

فیروزہ "اے تو تم نے روکا بھی نہین"

حامد حسین "جی ہان آپ بگاڑا کرین اور ہم بیٹھ کے منائین - آپ لوگونکو ناراض اور خفا کرین اور ہم اُنھین منائین - بی اس کام کے لیے کسی اور کو نوکر رکھیے"

فیروزہ "(برہمی سے) اور تم کس لیے ہو؟ خدا کی قسم تمھاری اس حرکت سے مجھے بڑا افسوس ہوا - اے محمود علی تم نے تو روکا ہوتا - تم تو رات دن انھین کی اُدھیڑ بن مین رہا کرتے ہو"

محمود علی - "مجھ سے اُن سے آج شرط کے روپیون کی وجہ سے چشمک ہوئی تھی مین نے دل مین کہا کہ مین بولون گا تو اور بگڑ جائین گے"

فیروزہ "تو جانو کہ مرزا مسعود ہاتھ سے گئے - اور اس نگوڑے کھیل کے پیچھے

تم نے سارا کھیل بگاڑ دیا۔"
حامد حسین "ای کھیل تو اُن کے جانے کے بعد شروع ہوا ہے"
محمود علی "اور یہ تم سے کس نے کہہ دیا کہ وہ اب نہ آئین گے؟"
فیروزہ "اور کون کہے گا؟ مین کہتی ہون کہ نہ آئین گے۔ گئے تو ہمیشہ کے لیے گئے"
محمود علی "اور مین کہتا ہون کہ وہ ناک رگڑتے ہوے آئین گے اور سو دفعہ آئین گے مجال پڑی ہے کہ نہ آئین"
فیروزہ "ای بس باتین لےلو۔ زبان کے آگے خندق ہے"
محمود علی۔ (بدلے کے لیے ہاتھ بڑھا کے) "تو آو بدتی ہو؟ کچھ شرط ہو جائے"
فیروزہ "ای کچھ مرزاجی سے بدا تھا اور کچھ مجھ سے بدو گے"
محمد زکی "تھین ان کا اسی قدر خیال ہے تو لو مین کہتا ہون کہ مین بلا لادون گا"
فیروزہ "تم ضرور بلالاو گے انکی صورت دیکھتے ہوئے تو دم نکلتا تھا۔ بلا لائین گے"
محمد زکی "اس وقت گنجیفہ مین دل بہلاؤ پھر دیکھ لینا کہ دو ایک روز مین ان کو بلا لادونگا"
حامد حسین "اجی ہم سب مل کے کوشش کرین گے تو لے ہی آئین گے"
اب سب کے کہنے سننے سے بی فیروزہ گنجیفہ مین مشغول ہوئین۔ اور محمد زکی کی باتون اور چھیڑ خانیون نے تھوڑی دیر مین انھین مرزا مسعود کے چکر سے نکال کے دوسرے خیالون مین مشغول کر دیا۔

چودھوان باب

ایک معزز مہمان

مرزا مسعود جو یہان سے بگڑ کے گئے تو اگرچہ اپنے چہرے سے برہمی کے آثار دور کرنے کے لیے دو ایک باغون کا چکر کاٹ کے اور دیر تک دل کو ادھر اُدھر کی سیرون مین بھلا دے کے گھر پہونچے مگر چہرے سے ہنوز برہمی اور برافروختگی کے آثار نمایان تھے۔ ہوشیار اور دقیقہ رس بی بی دل ہی تو سمجھ گئی کہ آج یہ فیروزہ سے بگڑ کے آئے ہین۔ مگر زبان سے نہ نکالا۔ اور جب تھوڑی دیر میں اپنے کمرے مین تن تنہا بیٹھ کے ٹھنڈے ہو لیے تو پاس آکے کہا "اچھا ہوا

تم جلدی آ گئے۔ میں سمجھتی تھی کہ تمھیں آنے میں دیر ہوگی"۔

مرزا مسعود "کیوں؟ کیا کوئی کام تھا؟"

عفت آرا "ہاں آج تمھالے یہاں مولوی محمد رسول اللہ صاحب آنے والے ہیں"۔

مرزا مسعود (بے اختیار ہنس کے) "کون؟ مولوی محمد رسول اللہ! واللہ عجیب نام ہے۔ میں نے آج تک نہیں سُنا تھا؟"

عفت آرا "تو تعجب کی کون سی بات ہے؟"

مرزا مسعود "تعجب کی بات ہی نہیں؟ آج تو ایک صاحب محمد رسول اللہ ہوئے ہیں کل لاالہ الا اللہ صاحب پیدا ہو جائیں گے"۔

عفت آرا "مجھے تو اس پر کوئی تعجب نہیں معلوم ہوا۔ کلکتہ میں ایک بیرسٹر صاحب موجود ہیں جن کا نام محمد رسول ہے۔ ہمارے شہر ہی میں مولوی محمد نبی اللہ صاحب موجود ہیں۔ جیسے نبی اللہ ویسے ہی رسول اللہ۔ کوئی فرق ہو تو بتاؤ؟"

مرزا مسعود "فرق تو میں نہیں جانتا مگر مجھے محمد رسول اللہ نام سُن کے خواہ مخواہ ہنسی آتی ہے۔ اجی تو وہ ہیں کون صاحب؟"

عفت آرا "ہمارے آگرے میں ایک بڑے مشہور وکیل ہیں ابا جان سے اُن سے پرانی دوستی ہے۔ ابھی ابھی ابا جان کا خط آیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ آج رات کو وہ یہاں آئیں گے اور ہمارے ہی مہمان ہوں گے"۔

مرزا مسعود (گھبرا کے) "آج رات کو! تو اسٹیشن پر گاڑی بھیجنی چاہیے۔ اور باہر کا مردانہ مکان بھی صاف کرانا ہے جب سے تم آئی ہو میں نے باہر کا بیٹھنا ہی چھوڑ دیا۔ اور جس مکان میں انسان مہینوں سے نہ گیا ہو وہاں کی خدا جانے کیا حالت ہو رہی ہوگی"۔

عفت آرا "تم اس کی فکر نہ کرو۔ میں نے پہلے ہی سے سب باتوں کا بندوبست کر لیا ہی؟ ابا جان کے پاس کہلا بھیجا ہے کہ ریل کے وقت اسٹیشن پر گاڑی بھیج دیں اور محمدی سے کہہ دیا ہے کہ حسین علی اور مدار بخش کو ساتھ لیجا کے باہر کے مکان کو جھاڑ پونچھ کے خوب صاف کر دے۔ وہ جھاڑو واڑو دے کے آئے تو تم خود جا کے دیکھ لینا بلکہ میں بھی تمھارے ساتھ چلوں گی۔ بس فقط اس کی ضرورت ہے کہ جالا

جھڑا کے جھاڑو دے دی جائے۔ میز کرسیاں صاف کر دی جائیں۔ اور سونے کے کمرے میں پلنگ جھاڑ کے درست کر دیا جائے۔ چاو چھٹی ہوئی۔"

مرزا مسعود:۔ "کیا تم اُن کے سامنے آتی ہو؟"

عفت آرا:۔ "بچپن میں تو انھوں نے سیکڑوں بار دیکھا ہے۔ بلکہ گودیوں میں کھلایا ہے۔ مگر کوئی چار برس سے پردہ کرنے لگی۔"

مرزا مسعود:۔ "تم نے بیٹھے ہی بیٹھے سب باتوں کا انتظام کر لیا۔ میرے تو سُن کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے۔ دیکھو کسی بات کی اُنھیں تکلیف نہ ہو۔"

عفت آرا:۔ "اِس کی میں ذمہ دار ہوں کسی بات کی تکلیف نہ ہوگی۔ لیکن تم ملنے جلنے میں کمی نہ کرنا۔ ورنہ میرا سب کیا دھرا اکارت ہو جائے گا۔"

مرزا مسعود:۔ "اب میرے ہی گھر میں ٹھہریں گے تو کہاں تک نہ ملوں گا۔ ورنہ تم تو جانتی ہو کہ مجھے کسی سے ملنے جلنے میں لطف نہیں آتا۔"

عفت آرا:۔ "اسی بات کی تم میں کمی ہے اور میں چاہتی ہوں کہ تم لوگوں سے ملو جلو۔ اپنے ہم مرتبہ لوگوں سے راہ و رسم بڑھاؤ۔ میں تو جانتی ہوں کہ مولوی محمد رسول اللہ صاحب کا آنا اچھا ہوا۔"

مرزا مسعود:۔ "یہ کیوں؟"

عفت آرا:۔ "اس لیے کہ اُن سے ملنے جلنے کو یہاں کے اکثر وکیل بیرسٹر اور شہر کے لائق لوگ آئیں گے۔ اسی بہانے تم سے اُن سے ملاقات ہو جائے گی۔ پھر اس کے بعد اُن سے یارانہ بڑھا لینا تمھارا کام ہے۔ اور تمھیں قانون کی مشق بڑھانے کے لیے ایسے لوگوں سے ملنے کی ضرورت بھی ہے۔"

مرزا مسعود:۔ "دیکھا جائے گا۔"

یہ باتیں کر کے عفت آرا تو کمرے سے نکل کے باہر گئی۔ اور خانہ داری کے انتظامات میں مشغول تھی کہ محمدی نے آکے کہا "حضور میں وہاں جھاڑو دے آئی۔ مدار بخش اور حسین علی میز اور کرسیاں جھاڑ پونچھ رہے ہیں۔ تھوڑی دیر میں جا کے فرش فروش بھی بچھوا دوں گی۔" اس کے جواب میں عفت آرا نے کہا "دیکھو کھانے کا انتظام بھی تمھیں کو کرنا ہے۔ میں خود بھی موجود رہوں گی۔ مگر میں جو کہوں اس میں فرق نہ آنے پائے۔"

اسی سلسلہ مین عفت آرا دیر تک ماجدی سے باتین کرتی رہی کھانیون اور انتظامون کے متعلق بہت کچھ سمجھایا بجھایا۔ چند ساعت تک چپکے چپکے اُس سے سرگوشیان بھی کرتی رہی اور جیسے ہی ماجدی اُس کے احکام کی تعمیل مین مشغول ہوئی اُس نے وضو کر کے ظہر کی نماز پڑھی اور پاندان کھول کے میان کے پاس بیٹھ گئی۔

مرزا مسعود الماری مین اپنی کتابون کو درست کر رہے تھے کہ بی بی کو دیکھ کے پاس آکے بیٹھ گئے اور بولے "تمہارے کہنے سے آج مین وہان گیا تھا؟"

عفت آرا۔ (مسکرا کے) پھر کیا ہوا؟ وہی ہوا نہ جو مین کہتی تھی؟

مرزا مسعود "وہ راضی تو ہے مگر ڈرتی ہے۔ خیر جو کچھ ہو مین تو کہہ آیا کہ اب مجھسے تم سے کوئی تعلق نہین"

عفت آرا۔ یہ تو تم نے اچھا نہین کیا۔

مرزا مسعود "(حیرت سے) کیون؟ تم نے بھی عجیب طبیعت پائی ہے اب اس مین کون سی برائی تھی"

عفت آرا "برائی بھلائی تو مین جانتی نہین۔ لیکن اتنا کہون گی کہ ایسے معاملون مین انسان کو جلدی نہ کرنی چاہیے۔ آج تو جوش مین آکے تم نے راہ و رسم ترک کر دیا اور کل کدان کو اُس کی باتین یاد آئین گی اور دل مین پچھتاؤ گے تو کیا ہوگا؟"

مرزا مسعود "مین دل کا بڑا مضبوط ہون۔ جو ارادہ کیا کیا؟"

عفت آرا "مین نے مانا کہ تم دل کے مضبوط ہو۔ مگر ایسی بات زبان سے نہ نکالنی چاہیے خدا جانے کیا اُفتاد پڑے اور کیسی پیش آئے۔ اور کسے خبر ہے کہ اُس وقت قدم جما رہے گا یا لڑکھڑا جائے گا۔ خیر اب تو جو ہوا سو ہوا۔ مگر تم اس معاملے مین غصہ نہ کرنا۔ تمہارا جی چاہے یا وہ ہی بلائے تو چلے جانا ہان اس بات پر البتہ جمے رہو کہ تم حرام نہ کروگے"

مرزا مسعود "مین اس بات پر قائم ہون اور انشاء اللہ قائم رہون گا"

شام کی گاڑی مین مولوی محمد رسول اللہ صاحب آگئے اور مرزا مسعود سے نہایت ہی بزرگانہ محبت و شفقت سے ملے اُن کی مہمانداری کی غرض سے مرزا مسعود اور عفت آرا نے ایک ہفتہ کے لیے صبح اور شام کے عوض تعلیم کے بیٹھنے دو پہر کے وقت یا زیادہ رات گئے مقرر کر لیے۔ جب کہ مرزا مسعود مولوی صاحب سے رخصت ہو کے

زمانے میں آتے۔

مولوی محمد رسول اللہ صاحب نے پہلی ہی رات کو کھانے کے بعد مرزا مسعود سے اُن کی تعلیم اور اُن کے ارادون کے متعلق تمام باتین پوچھ لین قانون مین امتحان بھی لیا۔ اور کہا گو آپ پرایوٹ طور پر بہت محنت کر رہے ہین۔ مگر قانون اُس وقت تک نہین آسکتا جب تک آپ مقدمات کی کارروائیان نہ دیکھتے رہین۔ اور قانون پیشہ لوگون سے زیادہ صحبت نہ رکھین اگر آپ میرے ساتھ چل کے چند روز آگرے مین رہین تو مین وعدہ کرتا ہون کہ آپ کو امتحان کے لیے بہت ہی جلد تیار کر دون گا۔"

مرزا مسعود "یہ تو مشکل ہے۔"

مولوی صاحب "تو پھر یہان کسی وکیل صاحب سے تعلقات پیدا کیجیے۔"

مرزا مسعود "مین نے اِس وقت تک جتنے امتحان دیے گھر مین بیٹھے بیٹھے محنت کر کے دیے۔"

مولوی صاحب "مگر قانون زیادہ تر عمل اور برتنے کی چیز ہے۔ اس کے امتحان کو آپ اُن دوسری چیزون پر قیاس نہ کیجیے۔"

اب رات زیادہ آ چکی تھی۔ مرزا مسعود دونون خدمتگارون کو برابر حاضر رہنے کی تاکید کر کے گھر مین گئے۔ نماز پڑھی۔ اور بیٹھ کے بی بی سے باتین کرنے لگے۔ عفت آرا نے پوچھا "مولوی صاحب کو کسی بات کی تکلیف تو نہین ہوئی؟"

مرزا مسعود "نہین۔ اُنھین پلنگ پر لٹا کے آیا ہون۔"

عفت آرا "کھانا کیسا تھا؟"

مرزا مسعود "بہت اچھا تھا۔ بلکہ وہ تعریف کرتے تھے۔"

عفت آرا "اُن سے کیا کیا باتین ہوئین؟"

مرزا مسعود "اُنھون نے قانون مین میرا امتحان لیا۔ اور کہتے تھے کہ آگرے مین میرے ساتھ چل کے رہو تو مین بہت جلد قانون مین تیار کر دونگا۔ مگر یہ کیونکر ہو سکتا ہے؟"

عفت آرا "ہو تو سکتا ہے۔ اور بہت اچھی طرح ہو سکتا ہے۔ کوئی مشکل بات نہین کہ تھوڑے دنون کے لیے ہم تم دونون وہین چل کے رہین۔ مگر اس کو اباجان منظور نہ کرین گے۔"

مرزا مسعود "اور میرا بھی وہان جی نہ لگے گا۔"

عفت آرا "طالب علمی کو جی لگنے سے کیا تعلق؟ بلکہ اور اچھا ہو گا کہ وہان ایسی صحبتین

نہ ہونگی جو تمھین اور باتون مین لگائین - خیر تو پھر جب تم نے وہان جانے سے انکار کیا تو اُنھون نے کیا رائے دی ؟"

مرزا مسعود "وہی جو تم کہا کرتی ہو کہ کسی وکیل کے پاس آمد و رفت شروع کرون"

عفت آرا "تو پھر کہو وہی اس کا بندوبست بھی کر دین"

مرزا مسعود "اب مین اُن سے ایسی فرمایش تو کرنے سے رہا"

عفت آرا "اچھا تو مین ہی کہلا بھیجون گی"

مرزا مسعود "یہ اس سے بھی زیادہ نامناسب ہوگا"

عفت آرا "چاہے تمھارے نزدیک ہو میرے نزدیک نہین ہے - وہ میرے بزرگ اور حقیقی چچا کے برابر ہین - مین ان سے ہر بات کہنے کا حق رکھتی ہون - بلکہ ضد کر کے اُنھین مجبور کر سکتی ہون"

مرزا مسعود "تو تمھین اختیار ہے"

مولوی محمد رسول اللہ کوئی معمولی وکیل نہ تھے - بلکہ ممالک متحدہ کے ان چند مشہور و کامیاب قانون دانون اور وکیلون مین تھے - جن کی ہر جگہ شہرت تھی - جیسے ہی شہر مین اُن کے آنے کی خبر مشہور ہوئی بڑے بڑے معززین وکلا اور بیرسٹر اُن کی ملاقات کو آنے لگے اور دن بھر لوگون کی آمد و رفت لگی رہتی - وہ محض سیر و سیاحت کے طریقے سے آئے تھے اس کے سوا اُن کے لکھنؤ آنے کی اور کوئی غرض نہ اُنھون نے بتائی - اور نہ کسی کے سمجھ مین کچھ آتی تھی - اُن کی وجہ سے مرزا مسعود کو کسی وقت چھٹی ہی نہ ہوتی تھی - اکثر وہ دن دن بھر انھین اپنے پاس بٹھائے رکھتے - آنے جانے والون سے ملاقات کراتے اور جب کہین جاتے تو اپنے ساتھ لیجاتے -

اب اُنھین آئے ایک ہفتہ ہوگیا - اور اس مدت مین مرزا مسعود کو کہین آنا جانا کیسا کسی بات کا خیال کرنے کا بھی موقع نہین ملا - چونکہ بی فیروزہ کو اُن کو گھر کے چلے آنے کا بڑا خیال تھا اور محمود علی اور حامد حسین کو تاکید تھی کہ کسی جتن سے گھیر گھار کے اُنھین پھر لائین وہ دونون بار بار مرزا مسعود کے مکان کے اِرد گرد چکر لگاتے رہتے کہ کہین آتے جاتے راستے مین مڈبھیڑ ہو جائے تو باتون مین لگا کے لے جائین مگر کسی نے اُن کی پرچھائین بھی نہ پائی - جو جو دیر ہوتی بی فیروزہ کی بیقراری بڑھتی جاتی مگر مرزا مسعود کو اس صحبت کا

خیال بھی نہین آتا۔

ایک دن مولوی محمد رسول اللہ صاحب سے ملنے کے لیے شہر کے ایک بڑے وکیل مسٹر سلیم آئے جو نہایت ہی سنجیدہ متین اور اسم با مسمّٰی تھے۔ مسعود کو اُنھون نے اُن سے ملایا۔ اور کہا مین چاہتا ہون کہ ان کو آپ چند روز تک اپنے ساتھ رکھ کے قانون کی تعلیم دین اور مقدمات کی کارروائیون سے واقف کر دین۔" مسٹر سلیم نے بہت خوشی سے قبول کیا۔ اور کہا آپ صرف اتنا کیجیے کہ صبح آٹھ بجے سے گیارہ بجے تک اور تین بجے سے شام تک میرے ساتھ رہا کرین۔ چند ہی روز مین دیکھ لیجیے گا کہ مین آپ کو کیسا بنا دیتا ہون۔ مرزا مسعود نے شرماشرمی قبول کر لیا۔ اور قبول کر لیا تو پھر نباہنا بھی پڑا۔ مگر مولوی محمد رسول اللہ سے کہا "آپ کے تشریف لے جانے کے دوسرے دن سے مین آپ کی خدمت مین جانا شروع کر دون گا۔"

مولوی صاحب "اس کی کیا ضرورت ہے؟ میرے ہی سامنے سے جانا شروع کیجیے۔ اور جب مین آپ کو چار پانچ روز پابندی سے جاتے دیکھ لون گا تب واپس جاؤن گا۔"

مرزا مسعود "مجھے تو عذر نہین مگر آپ کو تکلیف ہوگی۔"

مولوی صاحب "مجھے ذرا تکلیف نہ ہوگی۔ آپ کل ہی سے جائین۔"

مسٹر سلیم "ہان آپ کل ہی سے آئیے۔"

مولوی صاحب۔ (مسٹر سلیم سے) "مگر ابھی یہ اسکول سے نکلے ہین اور سوسائٹی سے بالکل نا آشنا ہین آپ کوئی ایسا بندوبست کیجیے کہ وہان ان کا دل بھی لگے۔"

مسٹر سلیم "میرے یہان ان کی بڑی دلچسپی ہوگی۔ اور مقدمات سے زیادہ دلچسپ تو کوئی چیز ہو ہی نہین سکتی۔ ہر مقدمہ ایک نئی صورت پیدا کرتا اور ایک نئے ناول کی شان دکھاتا ہے۔ انسان نے ذرا بھی توجہ کی اور وہ اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے۔"

اس قرارداد کے بعد مسٹر سلیم رخصت ہو کے چلے گئے اور مولوی صاحب نے مرزا مسعود کو سمجھانا شروع کیا کہ "خبردار آپ ناغہ نہ کیجیے گا۔ اِن کی صحبت آپ کو بہت اچھا قانون دان بنا دے گی۔ کل آپ ان سے مل کے آئیے گا تو مین پوچھون گا کہ آج آپ نے وہان کیا دیکھا اور کون سی نئی بات سیکھی۔"

مرزا مسعود کو اس قسم کی صحبتون سے نہایت وحشت ہوتی تھی۔ دل مین بہت متردد تھے کہ دیکھیے کیا ہوتا ہے۔ مسٹر سلیم کی صحبت اور اُن کی مقدمہ بازیون مین میرا

دل کیونکر لگے گا۔ گو مولوی صاحب کے پاس ہی بیٹھے رہے مگر شام تک بار بار کل کی آنے والی مصیبت بار بار یاد آجاتی اور فکرمند ہوجاتے۔ رات کو جب بی بی کے پاس آئے تو کہا آج مولوی صاحب نے مجھے ایک وکیل صاحب کے پھندے میں پھانس ہی دیا۔ دیکھوں کیسی گذرتی ہے۔ مجھے تو ابھی سے وحشت ہونے لگی ؟

عفت آرا۔" یہ تو انھوں نے بہت اچھا کیا۔ وہ کون سے وکیل ہیں ؟"

مرزا مسعود۔" ایک ہیں مسٹر سلیم نہ اُن سے کبھی کی جان پہچان ہے نہ شناسائی ہے مگر کل سے ان کے پاس جانا پڑے گا۔ میں نے ٹالا تھا کہ آپ کے تشریف لے جانے کے بعد جاؤں گا۔ مگر انھوں نے ایک نہ سُنی اور کہا کل ہی سے جاؤ۔ جب میرے سامنے دو چار دن جاؤ گے اور تمھیں اُن کے پاس آتے جاتے دیکھ لوں گا تب لکھنؤ سے جاؤں گا"

عفت آرا۔" تم مانو یا نہ مانو مگر انھوں نے مجھ پر بڑا احسان کیا۔ میں تم سے کب سے کہہ رہی تھی کہ کسی وکیل سے ملاقات بڑھاؤ۔ مگر تم نے سماعت نہ کی آج خدا نے یہ آرزو پوری کی"

مرزا مسعود۔" اب تمھارا لکھنا پڑھنا بھی تشریف لے گیا۔ صبح آٹھ بجے سے گیارہ بجے تک اور تین بجے سے شام تک روزان سے مصاحبت کیا کروں گا تمھیں کون پڑھائیگا"

عفت آرا۔" میری نہ کہو جس وقت تمھیں بیٹھا دیکھوں گی دو چار لفظ پوچھ لونگی اور تمھیں اس میں بھی تامل ہو تو وہ سہی"

دوسرے دن صبح کو ناشتہ کرکے اور مولوی محمد رسول اللہ صاحب سے رخصت ہوکے مرزا مسعود نے مسٹر سلیم کے مکان کا راستہ لیا۔ مسٹر سلیم اگرچہ اہل مقدمہ اور کاروبار میں گھرے ہوئے تھے مگر گویا مرزا مسعود کے منتظر ہی تھے۔ صورت دیکھتے ہی بڑے اخلاق سے اُنھیں برابر بٹھایا بے انتہا لطف سے پیش آئے۔ اور ایک مقدمہ کی مثل دے کے کہا اسے آپ اول سے آخر تک پڑھ کے خوب سمجھ جائیے۔ چلتے وقت گاڑی پر بیٹھ کے میں اُس کے متعلق گفتگو کروں گا۔ مرزا مسعود نے مثل پڑھنا شروع کی۔ اور مسٹر سلیم اپنے کام میں مشغول ہوئے۔ تمام ضروری کاموں سے فراغت کرکے وہ کھانے کے لیے گھر میں گئے۔ اور مرزا مسعود اُسی طرح مثل کے مطالعے میں مشغول تھے ٹھیک گیارہ بجے مسٹر سلیم باہر آئے اور مرزا مسعود سے کہا" چلیے

آپ کو گھر میں پہونچاتا ہوا میں عدالت آجاؤں گا۔"

مرزا مسعود "آپ کو بیکار تکلیف ہوگی۔"

مسٹر سلیم "اس کا خیال نہ کیجیے۔" یہ کہہ کے گاڑی پر بیٹھے اور مرزا صاحب کو اپنے برابر بٹھا کے اس مثل کا خلاصہ پوچھا۔ اور اُسی سلسلے میں قانون متعلقہ پر ایک مختصر لکچر دیتے اور اُس کے تمام پہلو بتاتے ہوئے مرزا مسعود کے گھر پہونچے جہاں اُن کو اُتار کے کہا تین بجے عدالت میں آپ کا منتظر رہوں گا۔"

مرزا مسعود "میں حاضر ہوں گا۔" یہ جواب پانے کے بعد مسٹر سلیم عدالت گئے اور مرزا صاحب گھر میں داخل ہو کے سیدھے مولوی صاحب کے پاس گئے اور پوچھا "جناب نے کھانا تناول فرمایا؟"

مولوی صاحب "اب تم آگئے ہو کھاؤں گا۔ منگواؤ۔"

مرزا مسعود "میرا انتظار کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

مولوی صاحب "مجھے بھی اچھی طرح اشتہا بھی نہ تھی (آدمیوں سے) کھانا منگواؤ۔ (مرزا صاحب سے) لے اب یہ تو بتائیے کہ آج وہاں کیا گزری پہلا دن تھا آپ گھبرائے ضرور ہوں گے۔"

مرزا مسعود "نہیں اس قدر گھبرایا تو نہیں۔" اس کے بعد اول سے آخر تک ساری سرگذشت کہہ سنائی۔ اور بتایا کہ مسٹر سلیم کس اخلاق و محبت سے پیش آئے۔ اور کیسے اچھے عنوان سے اُنھوں نے تعلیم کا آغاز کیا۔ اتنے میں دسترخوان بچھا اور کھانے سے فارغ ہو کے مرزا مسعود گھر میں آ کے بی بی سے ملے اور مولوی صاحب کو جو سبق سنایا تھا عفت آرا کو بھی سنا دیا۔

مولوی محمد رسول اللہ اس کے بعد دو ہی دن اور ٹھہرے۔ اور جب دیکھ لیا کہ مرزا مسعود کا دل مسٹر سلیم کی صحبت میں لگ گیا ہے۔ اور ان سے قطعی وعدہ لے لیا کہ وہ اب امتحان پاس کرتے وقت تک اس صحبت کو نہ چھوڑیں گے تو رخصت ہو کے آگرہ واپس گئے۔

پندرھوان باب

لائے اُس بت کو التجا کر کے
کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے

اب فیروزہ کو مرزا مسعود کی بے انتہا تلاش ہے اور اُن کی یہ حالت ہے کہ مسٹر سلیم کے یہان دو وقت حاضری دینے کے باعث کہین آنے جانے کی فرصت ہی نہین ملتی - مگر عفت آرا کی غیب دانی کا زور ویسا ہی ہے - جس طرح پہلے دو روز صبح کو فیروزہ سے ملنے اور اُس کے وہان کی تمام باتین بتا دیا کرتی تھی - اب مرزا مسعود کو مسٹر سلیم کے وہان جو جو واقعات پیش آتے ہین اُنھین صبح ہوتے ہی وہ اپنی بی بی کی زبان سے سُن لیا کرتے ہین اور کسی طرح سمجھ مین نہین آتا کہ یہ کیا مضمون ہے -

ایک دن صبح کو عفت آرا نے ایک مقدمہ کے متعلق مرزا مسعود کے وہ خیالات بتا دیے جو انھون نے ابھی کسی پر ظاہر نہین کیے تھے - سنتے ہی کہنے لگے "بیگم ساری دنیا کا علم و فضل دولت و حشمت سب تمھاری اس غیب دانی کے کمال پر قربان ہین میرا تو بس یہی جی چاہتا ہے کہ قانون دانون سب کو چھوڑ چھاڑ کے تمھارا شاگرد ہو جاؤن خدا کیلئے اپنا یہ علم بتا دو - اس کے واسطے جو شرطین ہون بجا لانے کو تیار ہون - اور جیسا سخت سے سخت پرہیز بتاؤ گی کرون گا - اور جیسا مشکل سے مشکل امتحان لو گی دون گا"

عفت آرا "اس کی فکر نہ کرو یہ تو تمھارے گھر کا علم ہے بڑی آسانی سے بتا دونگی بتانا کیسا اپنے موکل ہی کو تمھارے حوالے کر دون گی جس طرح مین اس سے سب باتین پوچھ لیا کرتی ہون تم پوچھ لیا کرنا - ہان مگر شرط یہ ہے کہ پہلے قانون کا امتحان پاس کر لو"

مرزا مسعود "تو وعدہ کرتی ہو کہ اگر مین امتحان مین پاس ہو گیا تو بتا دو گی؟"

عفت آرا "اُسی گھڑی - بھلا تم سے مجھے کوئی چیز عزیز ہو سکتی ہے؟"

ان باتون کے بعد ناشتہ کر کے مرزا مسعود نے مسٹر سلیم کے مکان کی راہ لی - دروازے سے نکل کے دو ہی چار قدم گئے ہون گے کہ محمود علی اور حامد حسین دکھائی دیے دونون ان کی صورت دیکھتے ہی لپک کے قریب آئے اور صاحب سلامت کر کے حامد حسین نے کہا "اب تو ملاقات ہی ترک ہو گئی - ارے بھئی کبھی کبھی تو یاد اسد ہو جایا کرے"

مرزا مسعود "ان دنون مین ایسا عدیم الفرصت ہو گیا ہون کہ کہین آنے جانے کا

موقع ہی نہیں ملتا۔"

محمود علی "اجی تم نے تو ستم کیا کہ فیروزہ جان کی ملاقات بھی یک قلم موقوف کی۔ وہ آخر مایوس ہو کے کہنے لگیں کہیں ملیں تو بس اتنا کہہ دینا کہ ع کبھی ہم بھی تم بھی تھے آشنا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو۔"

حامد حسین "جی اور اُس کے ساتھ دعویٰ یہ کہ اُن پر مرتے ہیں۔ اور عاشق بتیاب ہیں"

مرزا مسعود "آتے ہیں تو مجھے انکار نہیں۔ گو اُن سے کہہ آیا تھا کہ اب میرے آنے کی ضرورت نہیں مگر ضرور آتا۔ لیکن خرابی یہ ہے کہ میں اِن دنوں تعلیم کی طرف اس قدر مشغول ہو گیا ہوں کہ دم لینے کی فرصت نہیں ملتی۔ اور ابھی پانچ چھ مہینے یہی حال رہے گا۔"

حامد حسین "تو اس وقت کھڑے کھڑے چل کے مل نہ لو۔ خدا کی قسم وہ تمہارے لیے بہت ہی حیران ہیں۔"

مرزا مسعود "ہوں گی۔ مگر مجھے یقین نہیں اور میں نے جو آنا چھوڑ دیا تو بھی اُنھیں کا کیا ہوا ہے؟"

محمود علی "واللہ مجھے اِس کی خبر نہ تھی کہ تمہیں اُن سے ملال ہے! اِن کی کوئی بات تمہیں ناگوار گذری۔ ورنہ مجال تھی کہ اتنے دن گذر جاتے اور صفائی نہ ہوتی؟ میں تو ابھی صفائی سے ملتا ہوں اور چاہتا بھی یہی ہوں کہ سب دوستوں میں صفائی رہے۔ اب تو ذرا تمہیں اسی وقت لے چلوں گا۔ مسلمان کو دل میں بغض رکھنا حرام ہے۔"

مرزا مسعود "اس وقت تو میں نہیں چل سکتا۔ لیکن تم دونوں فیروزہ کے وہاں چل کے بیٹھو واپسی کے وقت کھڑے کھڑے ہو لوں گا۔ میں نے تو کہہ دیا کہ مجھے آنے میں انکار نہیں ہے۔"

محمود علی "تو کتنی دیر میں آؤ گے؟"

مرزا مسعود "بس کوئی ساڑھے گیارہ بجے تک وہیں ہوں گا۔"

حامد حسین "ایسا نہ ہو کہ ہم اپنا حرج کر کے وہاں تمہارا انتظار کریں اور تم غوطہ لگا جاؤ۔"

مرزا مسعود "استغفر اللہ! بھلا یہ ممکن ہے؟"

الغرض اِس وقت اِن دونوں دوست نما بلاؤں سے پیچھا چھڑا کے مرزا مسعود مسٹر سلیم کے گھر گئے۔ اور گیارہ بجے وہاں سے واپس چلے تو گو بھوک لگی تھی مگر سیدھا بازار فیروزہ کے گھر کا راستہ لیا۔ وہاں ان کا انتظار ہی ہو رہا تھا۔ فیروزہ جان ان کے آنے کا

فروزہ سن کے متعجب تھین اور بار بار محمود علی سے کہتی تھین "یہ تم نے کیا جادو کر دیا کہ مرزا صاحب نے آنے کا وعدہ کر لیا۔ مین تو سمجھتی تھی کہ قیامت تک نہ آئین گے"

محمود علی "تم مانتی ہی نہ تھین۔ مین نے تو اُسی دن کہہ دیا تھا کہ آئین اور دو دفعہ آئین اور خود نہ آئین تو مین پکڑ لاؤن اور جو اس وقت تک نہین آئے تو اس کا سبب مین تمہین بتا چکا ہون کہ عفت آرا نے چالاکی سے اپنے میکے کے ایک بڑے وکیل کو بلوا کے انھین تعلیم قانون اور امتحان کے شکنجے مین کس دیا تم تو جانتی ہو کہ مجھے گھڑی گھڑی کی خبرین پہونچتی رہتی ہین بس انھین باتون مین پھنس کے وہ مجبور ہو گئے ورنہ بھلا اتنے دنون رہا جاتا؟ استغفر اللہ اور لو مین ابھی سے یہ بھی کہے رکھتا ہون کہ آخر مین وہ ہون گے تمھارے ہی۔ یہ جو چند روز نہین آئے یا کم آئین تو مضائقہ نہین۔ اور زیادہ لائق اور قابل بن کے تمھارے ہو جائین گے اور عفت آرا کو دیکھ لینا کہ اپنے جال مین خود ہی پھنسے گی"

فیروزہ "آخر یہ کیونکر؟ اور اس کا سبب؟"

محمود علی "سبب یہ کہ مرزا جی کے دل پر جتنا تمھارا اثر ہی عفت آرا کا نہین ہے۔ ورنہ تم کو کب کے بھول چکے ہوتے۔ اب اس روک تھام اور جدائی کی وجہ سے یہ اثر روز بروز بڑھتا جائے گا" جتنی دیر ہو گی اتنا ہی تمھارا اشتیاق بڑھے گا۔ اور بی بی کا کم ہوتا جائیگا یہان تک کہ قانون مین امتحان دے کے پاس ہون گے۔ ایک لائق اور دولتمند وکیل بن کے آزاد ہو جائین گے۔ اور اس وقت تم ہی تم ہو گی اور یہ عفت آرا جس نے ہم سب کو پریشان کر رکھا ہے۔ تمھاری لونڈیون کی طرح کونے مین پڑی قسمت کو رو رہی ہو گی"

فیروزہ "تم نے تو ایسی باتین کہین کہ مجھے اس کا بالکل یقین آ گیا۔ اچھا تو پھر جیسی جیسی کوفتین نصیب مین ہین اُن کو اس امید کے سہارے پر اٹھاؤن گی۔ مگر مین نے بھی ایسا بدلہ لیا ہو کہ وہ بھی یاد کرین گی خدا کی قسم گو اکھنی بنا دُون گی"

محمود علی "مگر اب کی ایسی باتین نہ کرنا کہ وہ ہتھے پر سے اُکھڑ جائین"

فیروزہ "مین تو خود ہی اس کا لحاظ رکھتی ہون۔ مگر جب وہ کوئی ایسی بات کہین جو نہ ماننے کی ہو تو کیا کرون؟ اب وہ کہین کہ ابھی اسی وقت قاضی صاحب کو لا کے نکاح پڑھوا دو تو کیا کرون؟"

محمد زکی "(جن کی آمد و رفت اب بڑھ گئی تھی اور اُس صحبت مین بھی شریک تھے) اور

جو کہیں مان لینا مگر کہیں ایسا غضب نہ کرنا کہ نکاح کر لو۔ یہ ہوا تو میں تمھارے سر کی قسم سر پھوڑ کے مرجاؤں گا"

فیروزہ" مرجاؤ میری جوتی کی نوک سے۔ ایسے ستر ہزار مرا کرتے ہیں"

محمد زکی" چاہے جو کچھ ہو میں نکاح تو نہ ہونے دوں گا"

فیروزہ" اوئی! اسے تمھارے جلانے کے لیے تو میں اور بدا کے کروں گی۔ دیکھوں تو تم کیا کر لیتے ہو"

محمود علی" مگر دیکھو فیروزہ ایک نکاح کے معاملے کو تو جہاں تک ہو سکے ٹالنا۔ مگر خبردار اور کسی بات میں نہیں نہ کرنا۔ اس وقت مرزا جی اپنی ضد پر اڑے ہوئے ہیں ذرا ذرا سی باتوں پر بگڑ رہیں گے۔ آج تم نے ان کی سب باتوں کو مان لیا تو کل تمھارے غلام ہوں گے۔ اور جو کہو گی کریں گے"

فیروزہ" جہاں تک بنے گا میں خود ہی نہ بگاڑوں گی"

محمد زکی" اب گیارہ بجا چاہتے ہیں مجھے جانا چاہیے کیونکہ مرزا صاحب آتے ہی ہوں گے"

یہ کہہ کے محمد زکی نے اٹھنے کا قصد کیا تو فیروزہ نے اپنے ہاتھ سے ان کا زانو دبا کے کہا "اوئی بیٹھو بھی کہاں جاؤ گے؟"

محمد زکی" ان کے سامنے میں یہاں نہیں ٹھہر سکتا۔ میں تو سمجھتا تھا کہ بلا گئی۔ مگر اب پھر ان کی آمد و رفت شروع ہوئی ہے تو میرا گزارہ کیونکر ہو گا؟"

فیروزہ" نہیں اب آج ان کے سامنے بیٹھے رہو۔ اور میں ملا دوں۔ بس پھر یہ بیچ کا حجاب جاتا رہے گا"

محمد زکی" تمھاری جان کی قسم میں نہیں ٹھہر سکتا۔ دیکھنا کیسا انھوں نے سن بھی لیا تو غضب ہو جائے گا"

فیروزہ" اچھا تو چلو میں تمھیں ایسی جگہ چھپا کے بٹھا دوں جہاں کسی کا گزر ہی نہ ہو سکے"

یہ کہہ کے اٹھی اور محمد زکی کا ہاتھ پکڑ کے اسی کمرے میں کھینچ لے گئی جس میں ایک بار پہلے بھی چھپائے گئے تھے یہاں تنہائی میں موقع پا کے محمد زکی نے نہایت ہی التجا کے ساتھ کہا "دیکھو ایسا غضب نہ کرنا کہ مرزا صاحب کے فقروں میں آ کے تم نکاح پر راضی ہو جاؤ"

فیروزہ" (چپکے سے) اے ہوش کی دوا کرو میں ایسی بھی کچی گولیاں کھیلی ہوں؟"

محمد زکی" مانا کہ تم نکاح نہ کرو گی۔ لیکن ان کے گھر میں بیٹھ گئیں تو اچھا نہ ہو گا۔

مین لکھی ابھی ستمنہ دیتا ہون کہ اور کوئی آئے یا نہ آئے مگر میرا آنا نہین چھوٹے گا"

فیروزہ "اے تم تو میرا سایہ بھی نہ دیکھ پاؤ گے"

محمدی بیگم "واہ! بھلا یہ ممکن ہے؟ تمھاری جان کی قسم بھوت بن کے لپٹون۔ مجھے بھی کیا ہو؟ خیر اب تو جاتا ہون۔ مگر اتنا اطمینان دلا دو کہ چاہے جو ہو مجھ سے ملتی رہو گی"

فیروزہ "کچھ سڑی ہوئے ہو؟ مین کہین بھاگی جاتی ہون؟ اور مانا کہ یہان سے اٹھ کے کہین اور چلی جاؤن گی مگر تمھاری ملاقات تھوڑا ہی چھوٹ سکتی ہے" یہ جواب سنتے ہی محمدی بیگم نے بے اختیار لپٹ کے بہت سے بوسے لے ڈالے اور اب جانے ہی کو تھے کہ عام نشست کے کمرے سے آواز آئی "در آئیے! آئیے! لو بھئی مرزا صاحب آگئے"

محمدی بیگم "لو وہ آگئے۔ بڑا غضب ہوا۔ مین بُرا پھنسا!"

فیروزہ (گھبراہٹ کے ساتھ) "دیکھو تم اُسی طرف کی کوٹھری مین چلے جاؤ۔ کیونکہ تھوڑی دیر مین مین اُنھین یہان لے کے آؤن گی" اتنا کہتے ہی بدحواسی کے ساتھ دوڑی۔ مگر وہان پہونچ کے بیٹھتے ہی مرزا مسعود سے چار آنکھین ہوئین نظر نیچی کر لی"

مرزا مسعود "اے اب کیا میری طرف آنکھ اُٹھا کے دیکھو گی بھی نہین؟"

فیروزہ "کس کا قاعدہ ہے کہ بے مروتون سے چار آنکھین کرے؟"

مرزا مسعود "ہان بے مروتون سے چار آنکھین نہین کی جاتین۔ نظر جھک ہی جاتی ہے"

فیروزہ "بس کوئی الٹے الزام دینا سیکھ لے۔ اس کے تو تم بادشاہ ہو۔ اے مین خواہ مخواہ کو یہان گھس آئی۔ ورنہ میرا یہان کیا کام تھا؟ ناگوار ہو تو چلی جاؤن؟"

حامد حسین "تم سے تو ملنے کو آئے ہین اور تم ہی چلی جاؤ گی"

فیروزہ "مین تو نگوڑی لوگون سے ملنے کے قابل ہی نہین رہی۔ یہ بھی محمود علی کی مہربانی ہے جو آج یہ صورت بھی نظر آگئی۔ بھلا میری ایسی قسمت کہان؟"

مرزا مسعود "بس خفا ہو چکین۔ اب آؤ دو گھڑی باتین کرو"

فیروزہ "جو لوگ بات بات پر خفا ہو جاتے ہون ان سے باتین کرتے بھی ڈر معلوم ہوتا ہے"

ع خدا جانے وہ کیا پوچھیں زبان سے میری کیا نکلے؟

مرزا مسعود۔ "اب شکوے شکایت تو رہنے دو۔ پھر کر لینا۔ چلتے مجھے ایک گلوری تو بنا دو۔ تم نہیں جانتیں میں آج کل بہت ہی عدیم الفرصت ہوں اس وقت بھی جلدی جانا ہے"

فیروزہ۔ (پاندان کھولتے ہوئے) "جانتی ہوں کہ ع جدائی کی گھڑی سر پر کھڑی ہے"

مرزا مسعود۔ "ماشاء اللہ! آج کل طبیعت بہت موزوں معلوم ہوتی ہے"

فیروزہ۔ "فراق میں اور رکھا ہی کیا ہے؟ کیا اس سے بھی گئی گذری ہو گئی ہوں؟" مرزا صاحب کو سنبھل کر کچھ کہنے کا موقع نہ ملا گلوری دیتے وقت ان کی آنکھ بچا کے فیروزہ نے محمود علی اور حامد حسین کو اشارہ کیا کہ دو گھڑی کے لیے یہاں سے ٹل جائیں۔ چند ہی منٹ میں وہ دونوں یکے بعد دیگرے ایک ایک کر کے کھسک گئے اور میدان خالی دیکھ کے بی فیروزہ مرزا مسعود کے قریب کھسک کے آئیں۔ اور چپکے سے پوچھا "حضور کا غصہ اتنا یا ابھی تک باقی ہے؟"

مرزا مسعود۔ "غصہ وصہ کچھ بھی نہیں مگر ہاں اپنی اسی بات پر اب بھی قائم ہوں۔ اور سچ یہ ہے کہ بغیر میری شرطوں کے پورے ہوئے میرے تمہارے تعلقات نہیں رہ سکتے"

فیروزہ۔ "تو میں نے کس بات سے انکار کیا تھا جو تم اس دن بگڑ کے چلے گئے؟ اور ایسے گئے کہ پھر کے نہ دیکھا"

مرزا مسعود۔ "جب تم نے مایوس ہی کر دیا تو میں نے دل میں کہا آنے سے فائدہ؟"

فیروزہ۔ "اے توبہ۔ میں پوچھتی ہوں میں نے کس بات سے انکار کیا تھا؟ بتاؤ بھی تو سہی"

مرزا مسعود۔ "تم نکاح پر کہاں راضی ہوئیں؟"

فیروزہ۔ "میں تو راضی تھی۔ ہاں یہ البتہ کہا تھا کہ مجھے چٹ منگنی پٹ بیاہ کرنا نہیں آتا۔ تم نے الگ مکان میں رہنے کو کہا۔ میں راضی ہو گئی۔ تم نے پردہ کرنے کو کہا۔ میں نے منظور کر لیا۔ وہ تمہاری کون سی بات تھی جس میں میں نے عذر کیا؟ ہاں اتنا ہی نہ کہ میں نے کہا ایک بارگی سب ملنے والوں کو چھوڑ دوں اور پھر بھی تم الگ تھلگ رہو یہ ذرا مشکل ہے۔ میں نے اتنا کہا تو تمہیں منصفی سے کہہ دینے کیا برا کہا تھا؟"

مرزا مسعود۔ "اس روز تمہاری باتوں سے پہلے تو مجھے بے شک یقین آ گیا تھا کہ تم میری بن کے رہنے پر راضی ہو مگر آخر میں تم نے کچھ ایسا کہا کہ میں مایوس ہو گیا۔

فیروزہ "تمھاری ایسی ہی سمجھ ہے تو خدا ہی حافظ ہے - اچھا اب کہو کیا چاہتے ہو؟"

مرزا مسعود "یہی کہ یا تو مجھ سے نکاح کر لو - مگر اب آج کل یہ دشوار ہے کیونکہ جب تک مین وکالت کے امتحان مین پاس نہ ہو جاؤن گا مجھے تم سے ملنے کی فرصت ہی نہ ملے گی - اِس لیے اب دوسری ہی بات باقی ہے کہ مین تمھین یہان سے لے جا کے کسی اپنے مکان مین رکھون - تم پردے مین رہو اور مین تمھارے مصارف کا متکفل رہون"

فیروزہ "مجھے منظور ہے - بس اب تو خوش ہوئے؟ اور تم میرے پاس روز آیا کرو گے؟"

مرزا مسعود "ہان اتنا ہو سکتا ہے کہ کھڑے کھڑے آ کے مزاج پوچھ جایا کرون - آؤن گا روز بلا ناغہ مگر اِس سے زیادہ نہ ٹھہر سکون گا"

فیروزہ "اور حامد علی اور محمود علی تو مجھ سے مل سکین گے؟"

مرزا مسعود "یہ بھی نہین"

فیروزہ "تو نہ تم آؤ گے اور نہ کسی اور کو آنے دو گے - مین کڑھ کڑھ کے مر نہ جاؤن گی؟" مجھے اِس مین بھی عذر نہین - میرا خون ہوتا ہے تو بلا سے ہو جائے"

مرزا مسعود "اچھا جب تک نکاح نہ ہو اُس وقت تک اِن دونون کو آنے دو - وہ روز آ کے تمھارا دل بہلا جایا کرین گے"

فیروزہ "خیر یہ مجھے منظور ہے - بتاؤ کس مکان مین رکھو گے - کل ہی اُٹھ چلون گی"

مرزا مسعود - (خوش ہو کے) "مین آج ہی مکان کا بندوبست کر دون گا - تم چلنے کے لیے تیار رہو"

فیروزہ "دیکھو اب پھرنے کی سند نہین ہے یہ ٹھہر گئی"

مرزا مسعود "ہان ٹھہر گئی"

فیروزہ "اِن دونون کے سوا اور کسی سے بھی نہ ملون چاہے کوئی ہو؟"

مرزا مسعود "کسی سے نہین"

فیروزہ "میرے دو ایک عزیز ہین وہ تو ملنے کو آئین ہی گے"

مرزا مسعود "عزیزون کا ذکر نہین - اُن سے ملنے کو مین نہین منع کرتا - اور پورا پردہ تو اُس وقت ہو گا جب تم میرے نکاح مین آ جاؤ گی ہے بس اب رخصت"

فیروزہ ”اے دم بھر تو ٹھہرو۔ (پکار کے) اے محمود علی! کہان گئے؟ اے لو یہ تو جاتے ہین۔ تم سے اتنی ہی دیر بیٹھنے کا اقرار تھا؟“

محمود علی اور حامد حسین دونون آگئے۔ اور محمود علی نے کہا ”ایسی کیا جلدی ہے؟ ابھی بیٹھو“

مرزا مسعود ”نہین بس اب نہین ٹھہر سکتا“ یہ کہہ کے اُٹھے۔ سب سے رخصت ہو کے زینے سے اترے۔ اور لپکتے ہوے اپنے گھر مین آئے۔ گو دھوپ مین تیز چلنے اور دیر تک بھوکے رہنے سے پریشان تھے۔ مگر باوجود اس کے اُن کے چہرے کے اطمینان و مسرت کو عفت آرا نے ذرا تعجب کی نظر سے دیکھا مگر سوا اس کے کہ ”آج تمھین دیر ہو گئی“ اور کیا مسٹر سلیم آج کچہری نہین گئے“ اور کوئی بات نہین پوچھی۔ اور مرزا مسعود نے بھی اس وقت ہون ہان کر کے ٹال دیا۔ مرزا صاحب نے کھانا کھایا۔ تین بجے پھر وکیل صاحب کے وہان گئے۔ رات کو آکے حسب معمول قانون کی کتابین دیکھین بی بی کو پڑھایا۔ اور کھانے کے بعد سو رہے۔

صبح کو نماز پڑھ کے ناشتہ کر رہے تھے کہ بی بی نے مسکرا کے کہا ”تم نے یہ اچھا کیا کہ کل فیروزہ سے جا کے مل آئے۔ اور یہ بھی اچھا ہوا کہ اب آج ہی تم اُسے ایک الگ مکان مین لا کے رکھوگے۔ لیکن یہ تم نے اچھا نہین کیا کہ اُسے محمود علی اور حامد حسین سے اور اس کے عزیزون سے ملنے کی اجازت دے دی۔ سارا فساد انھین لوگون کا ہے۔ اور فیروزہ اگر پارسا بن کے بیٹھنا بھی چاہے گی تو یہ اُسے نہ بیٹھنے دین گے“

یہ غیب گوئی کی باتین اب مرزا مسعود کے لیے معمولی ہو گئی تھین۔ کیونکہ روز ہی بی بی کے ایسے کمالات نظر آیا کرتے تھے۔ بولے ”تم نے خوب یاد دلایا۔ مین مکان کا بندوبست کرنے کا وعدہ کر آیا تھا۔ مگر بھول گیا۔ دیکھو آج ہی حسین علی کو بھیج کے اس محلے مین کوئی مکان تلاش کراتا ہون۔ اور تم جو یہ کہتی ہو کہ ان لوگون سے ملنے کی اجازت دینا غلطی ہے اسے مین بھی سمجھتا ہون لیکن اجازت نہ دیتا تو کیا کرتا۔ بہت زیادہ جا نہین سکتا۔ اور کوئی ہے نہین پھر اُس کی زندگی کیونکر بسر ہوتی؟ جب عقد ہو جائے گا پھر کسی کو تھوڑے ہی پاس پھٹکنے دون گا“

اس کے بعد مرزا مسعود مسٹر سلیم کے وہان گئے۔ اور آج ہی خدمتگار سے ڈھونڈھوا کے ایک اچھا مکان کرایے پر لے لیا۔ اور بی بی فیروزہ اُسی دن اُس مین اُٹھ آئین جس کے

بعد مرزا صاحب کا معمول تھا کہ روز سہ پہر کو مسٹر سلیم کے وہان جاتے وقت فیروزہ سے مل کے اس کی خیریت دریافت کر لیتے۔ باقی اُن کا سارا وقت قانون مین صرف ہوتا"

سولھوان باب

امتحان وکالت

اب بی فیروزہ کو اس نئے مکان مین آئے ہوئے چار پانچ مہینے ہو گئے۔ مرزا صاحب اپنے قول کے مطابق روز دن مین ایک بار آ کے مل جاتے ہین۔ اور اس کے تمام مصارف کے متکفل ہین۔ فیروزہ کو سوا اس کے کہ جس کے لیے ساری دنیا کو تج کے بیٹھی ہو اُس سے جی بھر کے ملنا نہین نصیب ہوتا نہ کوئی فکر ہے اور نہ کسی بات کی تکلیف۔ اچھے سے اچھا کھاتی ہے اور اچھے سے اچھا پہنتی۔ مرزا مسعود کی مشغولیت قانون اور مسٹر سلیم کی صحبت مین اس قدر بڑھ گئی ہے کہ سچ یہ ہے کہ اب اُنھین کسی بات مین مزہ ہی نہین آتا۔ بی بی کے پاس بھی سوا اس کے کہ رات کو گھر مین آ کے پڑ رہتے ہون یا دن کو کھانے پینے کے لیے گھنٹہ دو گھنٹہ کو چلے آتے ہون کبھی اطمینان سے بیٹھنے کی نوبت نہین آتی۔ مگر باوجود اس مصروفیت اور اپنی پرانی صحبتون سے بے تعلق ہو جانے کے اُنھین اس بات کا یقین ہے کہ فیروزہ نے تمام علائق ترک کر دیے۔ پارسائی و پاکدامنی کی زندگی بسر کر رہی ہے۔ اور میرے لیے دھونی رما کے بیٹھی ہے۔ اسی خیال مین ایک رات کو جب کہ وہ کتب بینی سے فراغت کر کے لیٹنے کی تیاری کر رہے تھے اُن کی زبان سے نکل گیا کہ "اب تو فیروزہ کی حالت ہر طرح قابل اطمینان ہے"۔

عفت آرا "خدا کرے ہو"!

مرزا مسعود "کیون؟ کیا تمھین اس مین شک ہے"۔

عفت آرا "شک! اے مجھے یقین ہے کہ وہ ویسی نہین جیسا کہ تم اسے سمجھ رہے ہو"۔

مرزا مسعود "اب بدگمانی کا تو کوئی علاج نہین"۔

عفت آرا "مین سچ کہتی ہون"!

مرزا مسعود "اُنھین محمود علی اور حامد حسین پر تمھارا گمان ہوگا؟"

عفت آرا "اے کچھ اُنھین پر موقوف ہے؟ خدا جانے کون کون آتا ہے؟"

مرزا مسعود ”آخر کسی کا بھی تو نام لو“

عفت آرا ”ایک دن مین تمھین دکھا دون گی“

مرزا مسعود ”خیر تو جب دکھاؤگی دیکھا جائے گا - آج کل مجھے اِن باتون کی طرف توجہ کرنے کی بالکل ہی فرصت نہین - پرسون سے امتحان شروع ہو گا - اور مجھے کل ہی شرکت امتحان کے لیے الہ آباد جانا ہے“

عفت آرا ”تو کیا تم کل الہ آباد جاؤگے؟“

مرزا مسعود ”بے شک اس سے مفر ہی نہین“

عفت آرا ”اور آؤگے کے دن مین؟“

مرزا مسعود ”دس دن مین آجاؤن گا“

عفت آرا ”یہ بری ہوئی مین اس کی کسی طرح روادار نہین کہ تم رات کو کسی اور جگہ سوؤ“

مرزا مسعود (ہنس کے) ”اللہ رے بدگمانی!“

عفت آرا ”مجھے خدا کی قسم بدگمانی نہین - مگر کچھ ایسی باتین ہین جنکی وجہ سے مجھے تمھارا کہین اور جا کے رہنا گوارا نہین ہی - لیکن خیر جاتے ہو تو میری ایک بات کا خیال رکھنا وہان تم کسی اور دوست کے ساتھ نہ رہنا اِس مین چاہے خرچ زیادہ ہو مگر عزت سے ہوٹل مین ٹھہرنا اور جس کمرے مین سونا اُس مین تمھارے سوا کوئی دوسرا نہو“

مرزا مسعود ”آخر کیون؟“

عفت آرا ”اگر غیب دان نبنے کا شوق ہے تو میری یہ صلاح نہ بھولنا“

مرزا مسعود نے بی بی کی یہ صلاح قبول کی اور دوسرے دن امتحان دینے کے لیے الہ آباد روانہ ہو گئے - اور چونکہ اب امتحان کا زمانہ تھا لہذا سوا قانون کی کتابین دیکھنے اور شب و روز انھین مین مصروف رہنے کے دنیا و مافیہا سے بے خبر تھے -

وہ الہ آباد گئے ہین تو آؤ اب ذرا یہ دیکھین کہ بی فیروزہ کیا کر رہی ہین - مرزا صاحب اگرچہ اُنھین بازار سے ہٹا کے ایک پرویٹ مکان مین اور گویا اپنے قبضے مین رکھا ہے مگر زیادہ تر اُن کو انھین پر چھوڑ دیا ہے - کیونکہ نہ کسی قسم کی نگرانی ہے - اور نہ کچھ اس کی دیکھ بھال کی جاتی ہی کہ کس کس کی آمد و رفت ہی - مرزا مسعود کے سامنے تو یہی ظاہر کیا جاتا ہی کہ محمود علی اور حامد حسین کے سوا اور کوئی نہین آتا مگر کبھی کبھی چھپ کے محمد نقی ضرور

آجاتے ہین۔ جوبی فیروزہ کے دربار حسن کے نہایت ہی بے صبر و بیتاب امیدوارون مین ہین
جس شام کو مرزا مسعود لکھنؤ سے روانہ ہوئے محمد زکی چپکے سے بی فیروزہ کے مکان
مین داخل ہوئے! اور حسن اتفاق سے اس وقت وہ اکیلی تھین معشوقہ دلربا کی صورت
دیکھتے ہی محمد زکی کی زبان سے نکلا "آج مدت کے بعد خدا نے اطمینان نصیب کیا ہے"
فیروزہ "تم کسی نہ کسی طرح آہی جاتے ہو اور اپنی باتون سے میرے دل مین جگہ کرتے
جاتے ہو۔ مگر دیکھو یہ اچھا نہین۔ خدا کی قسم بہت برا ہے۔ کہین مرزا صاحب کو خبر
ہوگئی تو غضب ہی ہو جائے گا"
محمد زکی "تو مین تو آنا نہ چھوڑون گا۔ اس کو کیا کرون کہ مجھ سے صبر ہی نہین ہو سکتا
اور تمھین یاد ہوگا کہ مین نے اول ہی روز کہہ دیا تھا کہ مین ضرور آؤن گا"
فیروزہ "یہ سب سچ ہے مگر تمھارا آنا مصلحت جو نہین ہے اس کو کیا کرون؟ کتنے
دنون تم ذرا صبر کرو کہ مرزا صاحب کو میری طرف سے اطمینان ہو جائے۔ پھر دیکھا
جائے گا۔ مین کوئی نہ کوئی صورت تم سے ملنے کی نکال ہی لون گی"
محمد زکی "اور اتنے دنون صبر کس سے ہو سکے گا۔ آخر کوئی دیکھ بھال تو ہے نہین۔
پھر اس مین کیا مضائقہ ہے کہ مین کبھی کبھی آکے تمھارا رخ زیبا دیکھ جایا کرون؟"
فیروزہ "کہہ تو چکی کہ مجھے خود تم سے محبت ہو گئی ہے۔ اور جب نہین آتے ہو تو دل
لگا رہتا ہے۔ راہ دیکھا کرتی ہون۔ لیکن انھین باتون کا اندیشہ ہے"
محمد زکی "اب یہ اندیشہ دل سے نکال ڈالو۔ اور چلو آج تمھین تھیٹر دکھالائین
آج بڑے لطف کا تماشا ہے۔ دیکھو گی تو عش عش کر جاؤ گی"
فیروزہ "جی بہت چاہتا ہے۔ مگر کہتی ہون کسی کو معلوم ہو گیا تو قیامت ہو جائے گی"
محمد زکی "خبر ہونے کی وجہ؟ کوئی آتا جاتا تو بھی کہا جائے کہ کسی پر تمھارے جانے کا
حال کھل جائے گا؟ آج تک کبھی رات کو مرزا صاحب کا کوئی بھی آدمی آیا ہے؟
اپنی امان جان کو بٹھا دو کہ جاگتی رہین۔ اور ذرا ہوشیاری سے کام لین۔ اور تم ایک
چادر اوڑھ کے میرے ساتھ یہان سے نکل چلو۔ تھوڑی ہی دور پر مین گاڑی مین
بٹھا کے تھیٹر مین پہونچا دون گا۔ گاڑی بند رہے گی۔ اور تم وہان زنانے
مین جا کے بیٹھنا۔ کسی کو خبر ہو گی تو کیونکر؟"

فیروزہ۔ (تھوڑے پس و پیش کے بعد) "اچھا تو گاڑی بھی لائی ہو؟"
محمد زکی۔ "گاڑی موجود ہے!"
بی فیروزہ نے آخر یہی فیصلہ کیا کہ چلنا چاہیئے۔ جا کے پُر تکلف کپڑے پہنے۔ خوب بناؤ چناؤ کیا۔ حسن عالم آشوب مین دلربائی کے پر لگائے۔ اوپر سے ایک دلائی اوڑھی اور ماں کو سمجھا بجھا کے محمد زکی کے ساتھ چل کھڑی ہوئین۔ اور دم بھر مین بگھیٹر کے اندر بیٹھی

ستر ھوان باب

باغ کا جلسہ

مرزا مسعود الہ آباد سے امتحان دے کے واپس آ گئے اور بہت خوش آئے ہوئے کیونکہ اپنے نزدیک انھون نے تمام سوالات کے جواب صحیح اور پورے دیے ہین۔ مگر باوجود اس کے بیم و رجا کے عالم مین ہین۔ کبھی امید کامیابی کا یقین دلا کے مقصدوری و خوش اقبالی کی اعلی صورت مین نظر کے سامنے کر دیتی ہے۔ اور کبھی ناکامی کا دھڑکا اس طرح دہلا اور سہما دیتا ہے کہ دل مین ایک وحشت سی پیدا ہوتی ہے۔

ان دنون چونکہ فرصت تھی بلکہ بیکاری سے دل گھبراتا تھا۔ اس لیے مرزا مسعود کبھی دن مین کئی کئی بار فیروزہ کے وہان چلے جاتے۔ اور بجائے الٹے پاؤن واپس آنے کے کبھی دو چار گھڑی کے لیے بیٹھ بھی جاتے جس دن ایسا معلوم ہوتا کہ فیروزہ کے گھر عید ہو گئی۔ اور ان کے وقت بے وقت آ جانے سے محمد زکی کا آنا بالکل چھوٹ گیا۔

لیکن نتیجۂ امتحان کے انتظار نے اُن پر جو بیم و رجا کا عالم طاری کر رکھا تھا اُس مین کوئی فرق نہین آیا۔ بلکہ جو جو زمانہ گزرتا جاتا وحشت دل بڑھتی ہی جاتی۔ اُس عالم مین جو اُن پر طاری تھا کبھی یاس و خوف کے طوفان آتے۔ مایوسی کی کالی گھٹائین اٹھتین۔ دھڑکے کی بجلیان کوندتین اور کبھی امید کے روشن تارے نکل آتے۔ بلکہ کامیابی کا سورج پوری آب و تاب سے طلوع ہو جاتا۔

اب امتحان کو چھ سات ہفتے گزر گئے ہین۔ اور مرزا مسعود کی وحشت اور بڑھ گئی ہے۔ ایک ایک سے پوچھتے ہین کہ "کیا ہوگا؟" بی بی سے بعض وقت بگڑ جاتے ہین کہ تمھین غیب کی اور سب باتین معلوم ہو جاتی ہین مگر اس کا پتہ نہین لگتا؟ انکی

یہ حالت دیکھ کے عفت آرا محض اُن کا دل بہلانے کے واسطے اُنھین لے کے کہین شہر کے باہر چلی گئی۔ تاکہ دوسرے لوگون سے ملنے جلنے اور نئی دنیا دیکھنے سے اُن کا دل بہلے۔ اور نیز اس خیال سے کہ فیروزہ کے وہان نشست بڑھنے نہ پائے۔

جس دن یہ میان بی بی شہر سے باہر گئے ہین اُسی دن محمدزکی موقع پا کے بی فیروزہ کے گھر مین آدھمکے۔ اور یون دَرّانے چلے آئے کہ گویا اُنھین کا گھر تھا۔ صورت دیکھتے ہی فیروزہ ایک سناٹے مین آگئی اور پھر آپ کو سنبھال کے بولی "تمھین کسی بات کا ڈر نہین۔ اور میری یہ حالت ہے کہ مارے ہولون کے آدھی جان نہین باقی رہی ہے اسے ہے اکوئی دیکھ لے گا تو کیا ہوگا؟"

محمدزکی "اجی دیکھنے والے اب شہر ہی مین نہین ہین"۔

فیروزہ "نہ ہون؟ ان کی بی بی تو ہین؟ جو آج کل مجھ سے زیادہ جلی ہوئی ہین"

محمدزکی "اجی اپنے میان کے ساتھ وہ بھی دفان ہوئین"

فیروزہ "سچ مچ! کیا مرزا جی بی بی کو ساتھ لیتے گئے ہین؟"

محمدزکی "وہ بی بی کو ساتھ نہین لے گئے ہین بلکہ بی بی اُن کو اپنے ساتھ لے گئی ہین"

فیروزہ "تمھین میرے سر کی قسم؟"

محمدزکی "تمھاری جان کی قسم عفت آرا کو کہین دہات مین یہان جانا تھا دل مین ڈرین کہ میرے بعد خدا جانے کیا پیش آئے اور میان کس کے پھندے مین پڑین اس لیے ساتھ لیتی گئین"

فیروزہ "تمھین یہ کیونکر معلوم ہوا؟"

محمدزکی "محمد علی کی غیب دانی سے۔ واللہ وہ بھی ایسی دور کی کوڑی لاتے ہین کہ بعض وقت عفت آرا کے کان کاٹ لیتے ہین"

فیروزہ "خوب مجھ سے انھون نے فقط اپنے جانے کا ذکر کیا تھا۔ یہ نہین بتایا کہ بی بی کے ساتھ جاتے ہین۔ تو اب دس بارہ دن کے لیے چھٹی ہے"۔

محمدزکی "بلکہ اس سے بھی زیادہ دس دن کو کہا ہے تو بیس دن مین آجائین تو جانو جلد ہی آئے"۔

فیروزہ۔ (چمک کے) "تو پھر کیا ہے مزے کر دو"

محمدزکی "مزے ہین اور مزے تو پھر کل تمھاری بھی شہر کے باہر ایک باغ مین

دعوت ہے۔ میں آج ہی سب سامان وہاں بھجوادوں گا۔ اور کل صبح سویرے پو پھٹتے ہی ہم تم حامد حسین اور محمود علی گاڑی پر سوار ہو کے چلے چلیں گے۔ واللہ وہاں بڑا مزا رہے گا۔"

فیروزہ:۔ "مگر کل ہی شام کو چلے آؤ گے؟"

محمد زکی:۔ دو چار دن تو چل کے رہو۔ خود ہمارا باغ ہے کسی غیر کا تھوڑا ہی ہے۔ اور اُس میں مکان بھی نہایت بڑا اور وسیع موجود ہے۔ کسی بات کی تکلیف نہ ہوگی۔ تمہارا دل بہلانے کے لیے میں نے دو طائفوں کا بھی بندوبست کر دیا ہے۔ جب تک جی چاہے تم خود ناچنا گانا۔ اور جب نہ جی چاہے تو اُن کا مجرا دیکھنا۔"

فیروزہ:۔ لیکن دو ایک روز رہنے میں لوگوں کو خبر نہ ہو جائے گی؟"

محمد زکی:۔ خبر کیسے ہو جائے گی؟ تمھیں خبر ہی کا مالیخولیا ہو گیا ہے۔"

فیروزہ:۔ (محمود علی سے) "کیوں تمھاری کیا رائے ہے؟"

محمود علی:۔ چلو بھی دو روز میں کسے خبر ہوتی ہے؟ اگر کسی کو کچھ پتہ لگے بھی تو کہہ دینا کہ اپنے عزیزوں کے وہاں گئی تھی۔"

فیروزہ:۔ تو بھی میں ایک رات سے زیادہ نہ ٹھہروں گی۔"

محمد زکی:۔ اچھا کیا مضائقہ ہے نہ دل لگے تو دوسرے دن چلی آنا۔"

اس تجویز کے مطابق کل کا جلسہ قرار پا گیا۔ اور محمد زکی نے فوراً گھر جا کے تمام باتوں کا بندوبست کر دیا۔ اور کوشش کی کہ جلسہ بہت ہی اچھا اور پر لطف رہے۔ دو گاڑیاں رات ہی کو ٹھہرا رکھیں۔ اور صبح تو پھٹتے ہی ایک گاڑی پر فیروزہ اور محمد زکی اور دوسری پر حامد حسین اور محمود علی سوار ہو کے روانہ ہوئے۔ جس باغ میں جانا تھا وہ شہر سے کوئی دس میل کے فاصلے پر تھا۔ آٹھ بجنے سے پہلے ہی گاڑیاں باغ کی چار دیواری کے اندر داخل ہو گئیں۔ دیہات کا سناٹا اور یہاں کی فضا دیکھتے ہی بی فیروزہ کا دل ایسا بھر بھر آیا کہ پھاٹک ہی کے پاس گاڑی رکوا کے اُتر پڑیں۔ اور باغ کے اندر چاروں طرف گشت لگا کے اور کھلی فضا کی بہاریں لوٹ کے اُس عالیشان مکان میں پہونچیں جو صدر میں واقع تھا۔ یہ دو منزلہ مکان تھا۔ اور سامنے ایک وسیع چبوترہ تھا۔ جہاں نوکروں نے صحبت رقص و سرود کے لیے فرش بچھا رکھا تھا۔ فیروزہ نے کہا پہلے اندر چل کے مکان کی سیر تو کر لیں پھر بیٹھیں گے۔ برآمدے کے بعد ایک بڑا ہال تھا۔ اُس کے

اُس طرف دو کمرے تھے۔ اور دونون جانب پہلوؤن مین تین تین کمرے تھے۔ بیچ کے کمرے مین فرش بچھا ہوا تھا۔ اور ہر ایک مین دو ایک کرسیان کوچ اور دنگل تھے۔ اور پہلو کے کمرون مین سونے کے لیے مسہریان تھین مگر داہنے بازو کے تینون کمرے بند تھے۔ اور سب کمرون کو دیکھ کے جب فیروزہ نے اُدھر توجہ کی تو محمد زکی نے کہا "اُدھر نہ جاؤ اُن مین زنانہ ہے"۔

فیروزہ "زنانہ! زنانہ کیسا؟"

محمد زکی "ہان میری بہن ایک ہفتے سے یہان آئی ہوئی ہین۔ اوپر کے درجے اور ان تینون کمرون پر اُن کا قبضہ ہے"۔

فیروزہ "اے تو انھین میرے آنے کی خبر ہو جائے گی؟"

محمد زکی "اُنھین پہلے ہی سے خبر ہے۔ اور خبر نہ ہوتی تو مین تمھین یہان کیون لاتا؟ بلکہ اوپر سے بیٹھ کے وہ ناچ بھی دیکھین گی"۔

فیروزہ "تم تو کہتے تھے کہ تم جو میرے پاس آتے ہو اس کی خبر گھر مین کسی کو نہین"۔

محمد زکی "ہان اور کسی کو خبر نہین۔ مگر گھر بھر مین یہی اکیلی میری ہمدرد ہین۔ مین اپنی ساری باتین ان سے کہہ دیا کرتا ہون۔ جہان کہین آتا جاتا ہون یا جو کچھ کرتا ہون اُن سے پوچھ کے اور اُن کے مشورے سے کرتا ہون"۔

فیروزہ "خدا نے تمھین بہت اچھی بہن دی ہے۔ اگر اس مین وہ مضائقہ نہ سمجھین تو مجھے ان سے ملا بھی دینا"۔

محمد زکی "اب اس وقت دن کو تو موقع نہین ہے مگر رات کو ضرور ملاؤن گا اُنھین بھی تم سے ملنے کا بڑا اشتیاق ہے"۔

مکان کی سیر کر کے بی فیروزہ ایک کمرے مین آرام کرسی پر لیٹ گئین۔ اور بولین "کیا اچھی جگہ ہے؟ مین تو یہان آ کے بہت خوش ہوئی"۔

محمد زکی "تو آؤ اب ہم سب چل کے ناشتہ کر لین۔ اور اُس کے بعد ناچ شروع ہو"۔

فیروزہ "ہان بھوک تو لگی ہے۔ لیکن ابھی طائفہ کہان آئے ہین جو مجری شروع ہوگا"۔

محمد زکی "دونون آ گئے۔ اُدھر شاگرد پیشہ کے مکانون مین ٹھہرے ہوئے ہین"۔

فیروزہ "کس کس کو بلایا ہے؟"

محمد زکی "ایک تو جدن ہین - اور دوسری شہزادی"

فیروزہ "تو پھر ناشتے کی جلدی کرو"

محمد زکی "تیار ہے" اور اُن کا حکم پاتے ہی خدمتگارون نے پشت کے کمرے مین سترخوان بچھا دیا - جہان فیروزہ اُن کے رفقا اور محمد زکی نے ساتھ بیٹھ کے نہایت بی تکلفی اور باہمی لطف صحبت کے ساتھ کھانا کھایا - چونکہ اس شان وا دعوت نے فیروزہ کے دل پر محمد زکی کی محبت اور اُنکی دولت مندی کا بڑا گہرا اثر ڈال دیا تھا لہذا دسترخوان پر ناز آفرینی و ناز بردار ی کے نہایت ہی دلفریب کرشمہ نظر آتے تھے جن سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ بی فیروزہ اب نہین چاہتین کہ محمد زکی کا سا شکار جو اُن کی زلفون کے جال مین پھنسا ہے نکلنے پائے -

کھانے کے بعد دیر تک بیٹھ کے مجرا دیکھتی رہین - کچھ دیر تک بڑے ناز و انداز سے خود بھی ناچین - اور اس کے بعد نہایت بیباکی کے ساتھ باغ مین ادھر اُدھر ہڑ دنگا کھیلتی رہین یہانتک کہ کوئی ایک بج گیا - اب دوڑ دھوپ سے تھکین تو آ کے اُسی پہلی شان سے کھانا کھایا - مگر اس وقت کے کھانے مین نزاکت بڑھی ہوئی تھی - کیونکہ تھکن نے حسن عالم فریب مین نازنینی و نزاکت کی ادائین بڑھا دی تھین - کھانے کے بعد بی فیروزہ ہال کی پشت پر جو دو کمرے تھے اُن مین سے داہنی جانب والے چھوٹے کمرے مین ایک دنگل پر لیٹ گئین - اور اُن کے برابر ہی ایک کرسی پر محمد زکی آ کے بیٹھ گئے - اتنے مین خدمتگار نے لا کے حقہ لگا دیا - اس کمرے کے چارون طرف دروازون مین چلمنین پڑی ہوئی تھین - اور بالکل تنہائی تھی محمد زکی نے چند منٹ کی خموشی کے بعد کہا "اب یہ بتاؤ کہ مجھے کب تک ترساؤ گی؟ خدا کی قسم زندگی بے مزہ ہو رہی ہے"

فیروزہ "اسے ہوش کی دوا کرو"

محمد زکی "دیکھو فیروزہ ایسا نہ کرو کہ میرا دل ٹوٹ جائے - اتنا بتا دو کہ تم میرے پاس رہنا پسند کرتی ہو یا مرزا صاحب کے پاس؟ بس اسی کے جواب پر میری قسمت کا فیصلہ ہے"

فیروزہ "سچ تو یہ ہے کہ تم سے دل کو ایسا لگاؤ ہو گیا ہے کہ جی چاہتا ہے تمھارے ساتھ گھر بار چھوڑ کے چلی آؤن - مگر اس کو کیا کرون کہ اب مرزا مسعود کے بس مین ہون"

محمد زکی "مگر مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمھین اُنھین سے محبت ہے"

فیروزہ "سچ کہون؟ تھی تو مگر اب نہین ہے - انھون نے ایسی بدسلوکیان کین اور ایسا

ستایا ہے کہ اُن کی طرف سے دل ہٹ گیا۔"

محمد زکی " تو پھر اُن کے پاس کیوں رہتی ہو؟ وہ تمھیں زبردستی نہیں روک سکتے۔"

فیروزہ " میں فقط اتنے کے لیے وہاں رہی ہوں کہ مرزاجی کی چوٹی اپنے ہاتھ میں کر کے عفت آرا سے بدلہ لوں۔ اصل میں مجھے مرزا مسعود سے تعلق نہیں۔ اب تو جو کچھ سروکار ہے اُن کی بیگم صاحب سے ہے۔ جن سے مجھ سے مقابلہ پڑا ہے۔"

محمد زکی " تو تم کو اب مرزا مسعود سے نفرت ہے اور مجھ سے محبت؟ مگر مجھے اس کا یقین نہیں آتا"

فیروزہ " تمھاری جان کی قسم جو لگاؤ دل کو تمھارے ساتھ ہے کسی سے نہیں اور ہمارا تمھارا ساتھ بھلا اب چھوٹنے والا ہے؟"

یہ سنتے ہی محمد زکی کرسی سے اٹھ کے پلنگ پر جا بیٹھے اور لپٹ کے بی فیروزہ کا ایک بوسہ لے لیا۔

فیروزہ " دیکھو مجھے ہاتھا پائی سے نفرت ہے۔ تمھیں میرے سر کی قسم اچھے بیٹھو۔"

محمد زکی " تو پھر اب ہم سے تم سے محبت رہے مگر ایک بات کا اقرار کرو۔"

فیروزہ " تم جو بات کہو مجھے منظور ہے۔"

محمد زکی " میرے سر پر ہاتھ رکھ کے عہد کرو کہ مرزا مسعود کو کبھی ہاتھ نہ لگانے دو گی۔"

فیروزہ " اے یہ تو میں پہلے سے دل میں سوچے بیٹھی ہوں۔ باتوں باتوں میں اُنھیں پھانسوں گی اور جب بالکل میرے بس میں آجائیں گے تو سنگدل اور بے رحم بن کے انھیں تو ایسا ترساؤں گی کہ وہ بھی یاد کریں گے۔"

محمد زکی " لیکن یہ بڑی خرابی ہے کہ تم اُن کے مکان میں ہو۔ میں چوروں کی طرح چلا تو آتا ہوں مگر کبھی بلینا نہیں نصیب ہوتا۔"

فیروزہ " تمھارا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے۔ جس طرح آتے ہو آئے جاؤ۔"

محمد زکی " مگر کم سے کم ہفتے میں ایک بار تم میرے گھر میں آکے مجھ سے مل جانے کا اقرار کرو تو مجھے تمھاری محبت کا یقین آئے۔"

فیروزہ " تم تو اپنے گھر میں بلانے سے خود ہی بھاگتے تھے؟"

محمد زکی " اب تو تمھارے لیے میں اور مکان کرائے پر لوں گا۔ اس میں کسی آدمی کو رکھ دوں گا۔ اور ہفتہ وار اُسی میں تم سے ملاقات ہوا کرے گی۔ یا کبھی کبھی موقع ملے گا

تو یہان باغ مین چلے آیا کرین گے"

فیروزہ "ہان یہان تو مہینے مین ضرور ایک بار آیا کرو۔ بڑے لطف اور سیر کی جگہ ہی کیا کہون مجبوری ہے ورنہ مین تو کم سے کم ہفتہ بھر یہان رہتی"

محمد زکی "تو تمھین پرواہی کس کی ہے؟"

فیروزہ "نہین ابھی جب تک عفت آرا سے بدلہ نہ لے لون مجھے پروا ہے۔ مگر تم سے تو وعدہ کرتی ہون کہ مین سوا تمھارے اب کسی کی نہین ہو سکتی" یہ کہہ کے بی فیروزہ خود ہی اُٹھ کے محمد زکی کی گود مین بیٹھ گئین۔ اتنے مین کچھ آہٹ معلوم ہوئی۔ ادھر وہ محمد زکی کی ہمکناری سے الگ ہوئین اور اُدھر خدمتگار نے چلمن کے باہر سے پکار کے کہا "حضور اب چل کے مجری دیکھین شام ہونے ہی کو ہے"

محمد زکی "اچھا کہو سازندے مین ابھی آیا"

اب دونون خلوت کے کمرے سے باہر نکلے۔ اور مجری شروع ہوا۔ مگر چند ہی منٹ مین بی فیروزہ اُٹھ کھڑی ہوئین اور بولین "بس اس وقت تو مین باغ کی سیر کرون گی" محمد زکی بھی "تو چلو" کہہ کے اُٹھے۔ اور دونون نے تنہا آہستہ آہستہ باغ کی روشون پر ٹہلنا شروع کیا۔ بعد مغرب پھر تھوڑی دیر مجری دیکھ کے کوئی دس بجے صحبت رقص و سرود موقوف کر دی گئی۔ بی فیروزہ اور محمد زکی نے ساتھ بیٹھ کے کھانا کھایا۔ اور اُسی خلوت کے کمرے مین دونون پھر جا کے بیٹھے جس مین دن کو محبت کا عہد و پیمان ہوا تھا۔ اس وقت بھی نئے جوش محبت کا اظہار اور نئے پیمان مودت کی تجدید ہوئی۔ اور بی فیروزہ نے کہا "تم نے دن کو وعدہ کیا تھا کہ اپنی بہن سے ملاؤ گے۔ کیا بھول گئے؟ اور مجھے اس لیے جلدی ہے کہ مین کل چلی جاؤن گی۔ اور وہان گھر مین اس کا موقع نہ ملے گا اگر ملا نہ سکے تو ابھی لے چل کے ملا دو"

محمد زکی "اچھا مین ملائے دیتا ہون۔ تم اُن سے مل کے بہت خوش ہو گی۔ مگر دیکھو اُن کے سامنے ایسی باتین کرنا کہ اُنھین یقین آ جائے کہ تمھین میرے ساتھ دلی محبت ہے۔ مین یہی اُن سے کہتا رہا ہون۔ اور اسی وجہ سے اُن کو تمھارے دیکھنے کا شوق ہوا ہے۔ کہین تمھاری باتون سے اُن کو یہ خیال نہ گزرے کہ تم ایک مکار رنڈی ہو۔ اور مین تمھارے ہاتھ مین بے وقوف بن کے پھنس گیا ہون"

فیروزہ ”اچھا اچھا مین ایسی ہی باتین کرون گی“
مہرزکی ”ہان بس اس کا خیال رہے۔ اُن کے سامنے مجھے کسی بات کا حجاب بھی نہین۔ مین تم سے بے تکلفی کی باتین کرون گا۔ ہنسون بولون گا۔ اور دست درازی مین تامل نہ کرون گا۔
فیروزہ ”اچھا پہلے ملا تو دو“
مہرزکی ”لو ابھی ملائے دیتا ہون“

اٹھارھوان باب

افشاے راز

بہن سے ملانے کا وعدہ کر کے مہرزکی اُٹھے۔ اور برابر جو پہلو کا کمرہ تھا اُس کے دروازہ پر سے چلمن ہٹا کے دھم دھمایا۔ اور جب چار پانچ بار دستک پڑچکے تو کسی نے آکے دروازہ کھول دیا۔ اور وہ اندر گئے۔ وہان کسی سے پوچھا ”وہ سو گئے؟“ کسی نے جواب دیا ”ہان سو گئے“ پھر چند لمحون تک کچھ اور باتین کرتے رہے جو فیروزہ کی سمجھ مین نہین آئین۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آئے اور کہا ”آؤ چلو۔“ فیروزہ جان فوراً اُٹھ کے اُس کمرے مین گئین تو دیکھا نہایت صاف ستھرا پر تکلف فرش بچھا ہوا ہے صدر مین دو اعلی درجے کے ایرانی قالین بچھے ہین اور ایک نہایت ہی حسین پری جمال خاتون سادہ لباس اور مختصر سا نفیس و نازک زیور پہنے خاموش بیٹھی ہے فیروزہ کی صورت دیکھتے ہی وہ اُٹھ کھڑی ہوئی مگر اُس کے حسن و جمال کو دیکھ کے فیروزہ دم بخود رہ گئین۔ پھر اپنے آپ کو سنبھال کے سلام کیا۔ خاتون نے سلام کا جواب دے کے کہا ”آؤ بہن آؤ۔ مین تو تمھاری مشتاق تھی۔ پھر ہاتھ پکڑ کے اپنے برابر بٹھا لیا۔ اور پوچھا کہ کہو بہن مزاج تو اچھا ہے؟“ اب وہ خاتون تو مزاج پرسی کر رہی تھی۔ اور فیروزہ جان اُس کے رُخ زیبا اور اُس کے قیامت زا حسن کو دیکھ دیکھ کے دل ہی دل مین کہہ رہی تھین ”یہ انسان ہے یا پری؟ مین نے تو آج تک ایسا حسن نہین دیکھا تھا“
مہرزکی ”(جو بے تکلف برابر بیٹھ گئے تھے اپنی بہن سے کہنے لگے) ”یہی ہین جنھون نے میری زندگی بے مزہ کر رکھی ہے اور جن پہ مین جان دیتا ہون۔ اب تمھین انصاف کرو کہ یہ خوبصورت ہین یا نہین“
خاتون ”بے شک خوبصورت ہین (فیروزہ سے) ”اے ہے تو تم بولتین کیون نہین؟“

اوئی! کیا مجھ سے شرماتی ہو؟"

فیروزہ:- "نہیں مجھے اِس بات پر حیرت ہے کہ تم بھائی بہنوں میں کیسی سچی محبت اور بے تکلفی ہے"

خاتون:- "ہاں میں تو بس یہ چاہتی ہوں کہ ان کا دل کسی بات میں نہ کُڑھے ان کا جو شوق ہوتا ہے جہاں تک بس چلتا ہے پورا کرتی ہوں بس بہن میں ان کی خوشی کی خواہاں ہوں ان سے سُنا کہ انھیں تم سے محبت ہے مجھے تمہارے دیکھنے کا اشتیاق ہو گیا۔ اب اس میں کوئی چاہے بُرا کہے یا بھلا مجھے تو ان کی خوشی سے مطلب ہے"

فیروزہ:- "محبت والی بہنیں ایسی ہی ہوتی ہیں"

خاتون:- "اِن کو تم سے بڑی محبت ہے۔ بس ہر گھڑی رات دن تمہاری ہی رٹ لگی رہتی ہے۔ بھلا تمہارے دل میں بھی ان کی کچھ محبت ہے؟"

فیروزہ:- "کیوں نہیں؟ یہ جب تک نہیں آتے میرا دل لگا رہتا ہے"

خاتون:- "اے ہے میں نے تو سُنا کہ کوئی مرزا صاحب ہیں تم اُن کی صورت کی عاشق ہو"

فیروزہ:- "اب میں آپ سے کیا عرض کروں۔ ہم لوگوں کو دکھانے کے لیے ایسی بہت سی باتیں کرنا پڑتی ہیں۔ مجھے ان سے محبت وحبت خاک نہیں۔ مگر اپنے کیے کو نباہ رہی ہوں"

خاتون:- "اے تو کیا اُن سے نکاح ہو گیا ہے؟"

فیروزہ:- "نکاح تو نہیں ہوا مگر اُن کے جال میں پھنس گئی ہوں"

خاتون:- "جب نکاح نہیں ہے تو پھر اُن پر تمہارا کیا زور ہے؟ جب چاہو چھوڑ کے چلی آؤ"

فیروزہ:- "اصل میں مجھ سے اور اُن کی بی بی سے مقابلہ ہے جن کا نام عفت آرا بیگم ہے مرزا صاحب میرے پھندے میں آ گئے تھے۔ مگر عفت آرا نے مجھ سے چھین کے اپنے قابو میں کر لیا۔ اب میں چاہتی ہوں کہ اُن کو پھانس کے عفت آرا سے بدلہ لوں۔ بس اتنی ہی بات ہے جس کے باعث میں اُن سے بگاڑنا نہیں چاہتی"

خاتون۔ (ہنس کے) "اوئی! اس نے جو اپنے میاں کو تمہارے پھندے سے نکال لیا تو تم اس کی دشمن ہو گئیں؟"

فیروزہ:- "جی ہاں۔ دشمن کیسی میں تو اُس کے خون کی پیاسی ہوں"

خاتون :- معاذ اللہ! تم سے تو ڈرنا چاہیے۔ اب محرز کی کی دلھن آئے گی تو تم اُس کی بھی دشمن ہو جاؤ گی۔"

فیروزہ :- آپ کے بھائی کی اور بات ہے۔ اُن کے ساتھ مجھے دلی محبت ہے۔ ایسی محبت کہ اُن کے جو عزیز ہوں وہ بھی مجھے پیارے ہیں یہی دیکھیے۔ سنا تھا آپ کو ان سے محبت ہے آپ سے ملنے کو حاضر ہو گئی۔ اور آپ کی لونڈی ہوں۔ ان سے مرزا جی کو کیا نسبت ہے ان کی تو میں صورت کی عاشق ہوں۔ یہ جملہ فیروزہ کی زبان سے نکلا ہی تھا کہ محرز کی بے تابی کے ساتھ بڑھ کے فیروزہ سے لپٹ گئے۔ اور اُس خاتون سے کہا "بہن میں تم سے کہتا نہ تھا کہ وہ میری عاشق ہیں؟"

فیروزہ :- (محرز کی کو الگ ڈھکیل کے) اے ہٹو بھی مجھے یہ بے تمیزی کی باتیں نہیں اچھی معلوم ہوتیں۔ آدمیت سے باہر نہ ہو۔"

خاتون :- (ہنس کے) جیسی تم ان کی عاشق ہو ویسی ہی یہ بھی تمھارے عاشق ہیں اچھا تو پھر اب تم کوئی ایسی صورت پیدا کرو کہ یہ مرزا صاحب والا جھگڑا دور ہو۔"

فیروزہ :- میں خود اسی فکر میں ہوں۔"

خاتون :- ہاں اس میں تمھارے لیے بھی اندیشہ ہے اور ان کے لیے بھی اور مجھے سب سے زیادہ دھڑکا اس بات کا لگا رہتا ہے کہ ایسا نہ ہو کسی دن تمھارے وہاں ان کا اُن کا سامنا ہو جائے۔ تم تو اپنے اچھی رہو گی مگر میرے بھائی کو خدا نخواستہ کوئی صدمہ پہونچ گیا تو میری زندگی بے مزہ ہو جائے گی۔"

اتنے میں پاس کے کمرے سے کسی کے خواب میں بّرانے کی آواز آئی یہ آواز بھیانک سی معلوم ہوئی جس پر فیروزہ نے کان کھڑے کیے اور اُس خاتون نے کمال بے پروائی سے کہا "اس کا نہ خیال کرو۔ میرے ایک عزیز ہیں اور اُن کا معمول ہے کہ ادھر آنکھ لگی اور بّرانا شروع کیا۔ خیر میں تم سے کہتی ہوں کہ اگر تم خود مرزا صاحب سے تعلق ترک نہ کر سکتی ہو تو میں اس کی کوشش کروں؟"

فیروزہ :- (تعجب سے) واہ آپ اس کی کیا فکر کیجیے گا؟"

خاتون :- کوئی تدبیر نکالوں گی۔" اتنے میں زیادہ زور سے بّرانے کی آواز آنا شروع ہوئی۔ اور فیروزہ نے گھبرا کے کہا "ہے! میرا تو اس آواز سے قلب الٹا

جاتا ہے؟"

خاتون "ادئی! تم گھبراتی ہو۔ اور مجھے تو سنتے سنتے اس آواز سے ایک اُنس ہوگیا ہے"

فیروزہ "مگر مین نے تو کبھی ایسا برا نا نہین دیکھا"

خاتون (زور سے ہنس کے) "ادئی! کیا تمھین اس مین شک ہے؟ تو چل کے تم خود دیکھ لو" کہہ کے وہ خاتون فیروزہ کو اُٹھا کے ایک دوسرے کمرے مین لے گئی جس مین ایک مسہری پر کوئی شخص لیٹا ہوا عجب بھیانک آواز سے خواب مین باتین کر رہا تھا۔ یہان اول تو روشنی بہت دھیمی تھی اور پھر مسہری کے اندر ہونے کے باعث سونے والے کی صورت نہین نظر آتی تھی مگر آواز بخوبی سنی جاتی تھی۔ ابتداءً تو اُس کی باتین فیروزہ کی سمجھ مین نہین آئین۔ پھر جب ذرا ٹھہر کے اور غور سے سُنا تو وہ شخص کہہ رہا تھا۔ "اچھا ہوا! اچھا ہوا کم بخت کا حال کھل گیا۔ اس کی دغابازی بدکاری بے وفائی اور بدعہدی سب باتین معلوم ہوگئین۔ او ناپاک۔ نالائق۔ دغاباز۔ قطامہ۔ تیرا سب حال کھل گیا۔ تیری دغابازی کو آنکھون سے دیکھ لیا۔ جا کمبخت۔ نکل۔ دور ہو! دور ہو! (بڑے زور سے چلا کے) دور ہو! میرے یہان سے نکل! نکالو! نکالو!——"

فیروزہ۔ (سہمی ہوئی آواز مین چپکے سے) "ادئی یہ کسے کہہ رہے ہین؟"

آواز۔ (نہایت زور سے) "نکالو! مردار فیروزہ کو نکالو——"

یہ سنتے ہی فیروزہ نے گھبرا کے پوچھا "اے ہے! خدا کے لیے بتاؤ کہ یہ کون صاحب ہین؟ میرا تو دماغ چکر کھا رہا ہے! ہر ان مین سنسنی پڑ گئی۔ الے مجھے سنبھالا!"

خاتون۔ (تسلی دینے کے لہجے مین) "ذرا سنبھلی رہو۔ کوئی اندیشے کی بات نہین ہمت سے کام لو" (چلا کے) "اجی بس سو چکے۔ (ہاتھ مسہری مین ڈال کے اور شانہ ہلا کے) لے اب اُٹھو گے یا نہین؟"

سونے والے نے چونک کے انگڑائی لی۔ دونون مٹھیون سے آنکھین ملین۔ اور اُٹھ کے مسہری سے باہر نکلا تو صورت دیکھتے ہی فیروزہ کے منہ سے بے اختیار ایک چیخ کی آواز نکلی۔ اور اُسی جگہ غش کھا کے تڑ سے گر پڑی۔ خاتون نے خادماؤن کو آواز دی جنھون نے اُسے اُٹھا کے اُسی کمرے مین ڈال دیا جس مین ابھی بیٹھی خاتون سے باتین کر رہی تھی۔ مگر اب محرزکی کا کہین پتہ نہ تھا۔ خاتون نے منہ پہ پانی چھڑک کے

اور لخلخہ سنگھا کے فیروزہ کے ہوش و حواس درست کیے۔ اور جب اُس کی حالت بخوبی سنبھل لی تو مسکرا کے کہا تم مرزا صاحب سے ترک ملاقات کرنا چاہتی ہی تھین۔ مین نے کہا کہ تمھاری یہ آرزو پوری کر دون" یہ کلمات سنتے ہی اُس کی نظر اس سونے والے شخص پر پڑی جو قریب ہی بیٹھا ہوا اُسے غیظ و غضب کے تیورون سے دیکھ رہا تھا بے اختیار پھر چلائی "ہے ہے! مرزا مسعود" اور آنکھین بند کر لین۔

مرزا مسعود۔ (غصہ کے ساتھ اُسے جھنجھوڑ کے) "مردار تیرا حال کھل گیا۔ مین نے اپنی آنکھون سے دیکھا! اپنے کانون سے وہ تمام باتین سنین جو دن کو تو میرے عزیز بھائی محمد ذکی سے کر رہی تھی ہے ہے شرط کہ ناک اور چوٹی کاٹ کے تجھے یہان سے نکال دون!"

یہ کلمات سنتے ہی فیروزہ یا تو آنکھین بند کیے پڑی تھی یا اُٹھ کے مرزا مسعود کے قدمون پر گر پڑی اور کہا "میرا قصور معاف کرو! مین بیشک تمھاری گنہگار ہون"۔

مرزا مسعود "اس اقرار سے کیا ہوتا ہے! جب آنکھون سے تیری دغابازی دیکھ لی تو پھر تیرا اقرار ہی کیا؟ در توبہ بند ہو چکا"

فیروزہ "مجھے مار ڈالو مگر بے عزت نہ کرو!"

مرزا مسعود "کمبخت قطامہ! تو کیا اور تیری عزت کیا!"

خاتون "بس اب جانے دو۔ جھوٹے کو اُس کے گھر تک پہونچا دیا۔ اور اس کے بعد اُس کی مظلومی پر ترس کھانا چاہیے"

مرزا مسعود "یہ کمبخت مظلوم ہے یا مین؟ جس نے اس کے فریب مین آکے خدا جانے کیسی کیسی پریشانیان اٹھائی ہین۔ مین اپنا بدلہ لیے بغیر نہ رہون گا"

خاتون "نہین۔ بس اب جانے دو۔ اپنے کیے کو پہونچ گئی"

مرزا مسعود "ابھی کہان؟ اب پہونچے گی"

فیروزہ۔ (خاتون کے قدمون پر گر کے) "بی بی خدا کے لیے میری جان بچاؤ"

خاتون "ہان مین بچاؤن گی۔ مجھے کسی کو کواہنگنی بنانے کا تو شوق نہین ہے"

فیروزہ۔ (چونک کے) "تو اب خدا کے لیے بی بی یہ بھی بتا دیجیے کہ آپ کون ہین؟"

خاتون "مین وہی عفت آرا ہون جس سے تمھین بدلہ لینا ہے"

اس جواب پر فیروزہ کچھ دیر تک تو دم بخود رہی۔ پھر گھبرا کے بولی "بی بی مین

ہائے ہی اور تم جیتین! اب خدا کے لیے میری جان عذاب سے چھوڑا دو اور وعدہ کرتی ہون کہ پھر کبھی تمھارے راستے مین نہ آؤن گی۔"

مرزا مسعود۔ (بی بی سے) "تم اس معاملے مین دخل نہ دینا۔ مین بے ناک چوٹی نہ رہنے دونگا"

عفت آرا۔ "اب تم کو فتح حاصل ہوئی ہے اور بہادر آدمی کی شان یہی ہے کہ فتحیاب ہو کے نرم پڑ جاتا ہے۔"

مرزا مسعود۔ "جی ایسی بہادری آپ کو مبارک رہے مین اس بہادری سے باز آیا مین تو اپنا بدلہ لون گا۔ اور اس حرام زادی (فیروزہ کو زور سے ایک گھونسہ مار کے) سے پوری طرح سمجھ لون گا۔ تو مجھے صبر آئے گا۔"

یہ باتین ہو رہی تھین کہ محمدی ماما اچھی کہاری کو مارتی ڈھکیلتی اور گالیان دیتی ہوئی لائی اور چلا چلا کے کہنے لگی "حضور نے اس حرافہ کا پاجی پن بھی دیکھا؟"

عفت آرا۔ "کیون؟ کیا ہوا؟"

محمدی۔ "حضور یہ مردار ابھی باورچیون کی طرف چلی۔ جیسے ہی باہر نکلی کسی نے زور سے کہا 'این اچھی تم کہان؟' مین نے دل مین کہا یہان جنگل مین اسے کون ملاقاتی مل گیا چپکے سے آڑ مین جا کے کھڑی ہو گئی تو اس کی ساری حرمزدگیان کھل گئین۔ کیا دیکھتی ہون کہ یہ ایک مردوے سے گھل گھل کے باتین کر رہی ہے۔ اس نے کہا تم کہان؟ یہ بولی تم کہان؟ پھر اس نے کہا بیگم کے ساتھ یہان سیر کو آئی ہون؟ وہ گھبرا کے بولا بیگم صاحب یہان کہان؟ یہ بولی یہین تو وہ آئی ہوئی ہین۔ اُس نے کہا مجھے تم نے پہلے نہ بتایا اسے کہا اسے مجھے خبر تھی؟ وہ بولا یہ تو بڑا غضب ہوا تم نے پتہ لگا کے مجھے پہلے خبر کر دی ہوتی۔ اس نے کہا ہمیشہ ذرا ذرا سی باتون کی تو مین تم کو خبر کرتی رہی اب ایک بات نہین معلوم ہوئی تو اس کو کیا کرون؟ اُس نے پوچھا اور رکیا تمھارے حضور بھی یہین ہین؟ یہ بولی در ہان وہ بھی یہین ہین۔" اس کے بعد اُن دونون مین کچھ چھیڑ چھاڑ کی باتین ہوئین اور یہ اُسے ساتھ لے کے پچھواڑے کے برآمدے مین چلی گئی۔ جہان سناٹا ہے۔ مین جھٹ پٹ جا کے پہرے کے سپاہیون کو بلا لائی اور کہا کہ دونون کو جا کے پکڑ لاؤ۔ وہ پکڑ لائے۔ حضور نے اس کی نمک حرامی دیکھی؟"

عفت آرا۔ "مین اسے سب سے اچھا سمجھتی تھی مگر کئی مہینے سے اِس پر شبہ ہو چلا تھا

کیونکہ اگر وہ دیکھتی کہ میری باتین سننے کے لیے کمرے کے پاس لگی رہتی ہے (اچھی سے) کیون اچھی! تو اور ایسی نمک حرامی!"

اچھی "(عفت آرا کے پاؤن پر گر کے) حضور قصور ہوا پھر ایسی خطا نہ ہوگی"

عفت آرا "کچھ یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ مردوا کون ہے؟"

اچھی "(رو رو کے) وہ ہمارے حضور کے دوست محمود علی ہین" اچھی کی زبان سے یہ نام سنتے ہی فیروزہ خود بخود گھبرا کے چیخ اٹھی۔ "ارے محمود علی!"

مرزا مسعود "وہی محمود علی جو تمھارے یہان آتے جاتے ہین؟ تو اُن کی غیب دانی کا ذریعہ یہی تھی؟ اور یہی قحبہ اُن کی موکل ہے" اچھی سے "اچھا سچ سچ بتا کہ تجھ سے اُن سے کیونکر ملاقات ہوئی"

اچھی "مین حضور انھین جانتی بھی نہ تھی۔ مجھے تو مدار بخش نے پھنسایا!"

عفت آرا "این یہ موا مدار بخش! مین سمجھتی تھی کہ دیہاتی اور سیدھا سادھا آدمی ہے! آخر اُس نے تجھے کیونکر پھنسایا؟"

اچھی "حضور کیا کہون کہ مجھے کیسا جل دیا ہے۔ پہلے کئی دفعہ اُن کا ذکر کیا۔ مگر مین نے خیال بھی نہ کیا تب مجھے تین روپیہ دیئے اور ایک دن خوشامد کرنے لگا کہ ایک گھڑی بھر کو میرے ساتھ چلی چلوگی تو میرے بیٹے کی نوکری لگ جائے گی۔ مین اُس موے کے فریب کو کیا جانون۔ چلی گئی۔ مجھے ایک اکیلے مکان مین لے جا کے بٹھا دیا۔ تھوڑی دیر وہان بیٹھی ہونگی کہ محمود علی آ کے نازل ہوے۔ اور اپنی محبت جتا کے خوشامد کرنے لگے کہ مجھ سے نکاح پڑھوا لو۔ مین نے بیگم صاحب کسی طرح نہ مانا۔ تو انھون نے مجھے دھمکانا اور ڈرانا شروع کیا کہ اگر تم نے نہ مانا تو تمھاری ناک کاٹ لون گا۔ مین نے ہزار پیچھا چھڑانا چاہا نہ چھوٹا آخر بیگم صاحب کیا کرتی راضی ہوگئی"

مرزا مسعود "تو تیرا اُن سے نکاح ہوگیا ہے؟"

اچھی "نکاح کہان ہوا ابھی تک حیلے حوالے کر رہے ہین"

عفت آرا "تو تو نکاح کرتی یا چھنالا مجھے اس سے مطلب نہ تھا مگر تجھے یہ کیا پڑی تھی کہ یہان کی روز روز کی باتین جا کے اُس سے لگا آیا کرتی تھی؟"

اچھی "قصور ہوا۔ بیگم صاحب وہ جب ملتے یہین کی باتین پوچھا کرتے اور مجھے بتانا پڑتین"

مُھدی "تو حضور اب اُس موے محمود علی کے لیے کیا حکم ہے جو باہر پکڑا کھڑا ہے؟"

عفت آرا۔ "اُس مونڈی کاٹے کو تھانے مین بھیج دو خدا کی قسم مین اُس سے بہت جلی ہوئی ہون"

یہ باتین ہو ہی رہی تھین کہ کسی نے باہر پکارا۔ مہری سُن کے دوڑی گئی اور واپس آکے ایک خط مرزا مسعود کے ہاتھ مین دیا اور کہا حضور گھر سے ایک آدمی اکّے پر سوار آیا ہو اور بڑے حضور کا یہ خط لایا ہے۔"

مرزا مسعود۔ "کیون خیریت تو ہے؟" خط کا لفافہ کھولا تو اُس مین سے ایک تار نکلا جسے پڑھتے ہی مرزا مسعود مارے خوشی کے اچھل پڑے اور عفت آرا سے کہا "لو مین وکالت کے امتحان مین پاس ہو گیا۔ اور اول درجے مین پاس ہوا۔"

عفت آرا۔ "شکر! خدا نے میری سُن لی۔ اور میری بڑی بھاری تمنا بر آئی۔"

مرزا مسعود۔ (فیروزہ کی طرف اشارہ کرکے) "اس قحبہ کے جال مین ایسا پھنسا تھا کہ مین تو قیامت تک پاس نہ ہوتا مگر بیگم یہ سب تمہاری ہی خوبیان ہین۔ تمھین نے مجھے قانون کی کتابون کی طرف متوجہ کیا۔ ورنہ مین تو جانتا تھا کہ قانون مجھے عمر بھر نہ آئے گا۔"

عفت آرا۔ (خوش ہوکے) "اب تو تم کو یقین آیا کہ تم کو قانون سے پوری مناسبت تھی۔ اور تم جو اُس سے بھاگتے تھے اِس کی وجہ یہ تھی کہ تم کو اُس سے اُنس نہ تھا۔"

مرزا مسعود۔ "بے شک مین قائل ہو گیا۔ لیکن مولوی محمد رسول اللہ صاحب کا آنا بھی میرے حق مین نہایت ہی مفید ہوا وہ نہ آتے تو مین ہرگز پاس نہ ہوتا۔"

عفت آرا۔ "اور یہ بھی تم کو معلوم ہے کہ ان کو مین ہی نے بلوایا تھا۔ اور فقط اِس ضرورت سے کہ تمھارے قانون سیکھنے کا کوئی اچھا انتظام ہو جائے۔"

مرزا مسعود۔ "تو وہ تمھارے بلائے ہوے آئے تھے؟ ماشاء اللہ بڑا احسان کیا۔ اُس وقت تو مجھے ناگوار سا ہوا تھا مگر اب جو خیال کرتا ہون تو اُن کا آنا ہی میری کامیابی کا سبب ہوا۔ لیکن خدا کے لیے یہ تو بتاؤ کہ آخر تم نے یہ کیا جادو کر دیا کہ فیروزہ اپنے حوالی موالی کے ساتھ یہان آکے یون پھنس گئی جیسے کوئی چڑیا جال مین پھنس کے رہ جاتی ہے۔ اور یہ محمد زکی اُس کے یہان کیونکر پہونچے؟ آخر یہ ماجرا کیا تھا؟"

عفت آرا۔ "جب مین نے دیکھا کہ تمھارے دل پر فیروزہ کا اتنا بڑا اثر پڑا ہوا ہے کہ اُس کے خلاف کوئی بات چاہے کیسی ہی سچی ہو تمھارے دل پر جمتی ہی نہین اور اس کے ساتھ یہ آفت کہ فیروزہ اور اُس کے رفقا میری دشمنی پر آمادہ ہین اور میری دشمنی مین

تمھارے تباہ کرنے کے بھی درپے ہین تو مین نے دل مین کہا کہ اب بغیر کوئی کارستانی کیے کام نہ چلے گا کوئی ایسی تدبیر کرنی چاہیے کہ یہ سب جو کچھ سازشین کیا کرین اُن کی مجھے خبر ہو جایا کرے۔ اسی فکر مین ایک دن تمھاری پھوپھی جان کے وہان گئی تھی۔ وہان محمد زکی ملے اور مین نے اُنھین باتون باتون مین ٹٹولا تو خیال گزرا کہ ان سے کام نکل جائے گا۔ آخر اُنھین اس کام پر لگایا کہ فیروزہ سے راہ و رسم بڑھائین اور وہان کے روز روز کے حالات مجھے پہونچاتے رہا کرین۔ میری محمد ہی روز جا کے اُن سے ملتی تھی اور فیروزہ اور اُس کے دوستون مین جو جو منصوبے ہوتے میرے پاس پہونچ جایا کرتے۔

محمد زکی نے چند روز مین موقع پا کے فیروزہ کو ایسا شیشے مین اتارا کہ یہ مرزا صاحب کے عوض اب اُن کا دم بھرنے لگی۔ مگر اُن کی یہ بڑی لیاقت تھی کہ باوجود ایسے ملنے جلنے اور خلا ملا بڑھانے کے اس کے پھندے مین نہین پھنسے۔ خالی زبانی باتین بناتے رہے۔ جب تم الہ آباد مین امتحان دینے گئے ہو اُس وقت اُن سے اِس سے زیادہ محبت بڑھی۔ اور اُسی وقت سے یہ تمھارے ساتھ بے وفائی کرنے پر آمادہ ہو گئی۔ اب مین نے ارادہ کیا کہ تمھین اس کی اصلی حالت دکھا دون۔ تمھین تبدیل آب و ہوا کے بہانے یہان لے کے آئی۔ اور ظاہر یہ کیا کہ کہین دور جاتی ہون۔ تمھارے کہنے سے فیروزہ کو اطمینان ہوا تو محمد زکی نے اسے ایک جلسہ دیا۔ اور دھوکے دھوکے مین یہان لے آئے۔ اور جیسی یہ وفادار تھی ویسا ہی تم کو دکھا دیا۔"

مرزا مسعود۔ "واللہ کمال کیا! حیران ہون کہ بھائی محمد زکی کا احسان مند ہو یا اُن کی نسبت بدگمانی کرون؟"

عفت آرا۔ (زور سے ہنس کے) "بدگمانی!! اے اگر اُنھین اس کا ذرا بھی لگاؤ ہوتا تو تمھارے دکھانے کے لیے یہان لاتے؟"

مرزا مسعود۔ "شاید انھون نے مجھے یہ دکھانا چاہا ہو کہ جو عورت وابستہ ہے وہ اُن پر جان دیتی ہے۔"

عفت آرا۔ "اے توبہ کرو! کیا تمھارے یہان نیکی کا بدلہ بد ... مین دیکھ رہی ہون کہ وہ میرے بھیجے ہوے گئے تھے اِس کا کچھ اعتبار ...

مرزا مسعود۔ "تو تم کو فیروزہ کے یہان کی سب باتین اُنھین ...

تو ان سب لوگون کا قصور معاف کر دو"

مرزا مسعود " معاف تو نہ کرتا مگر تمھارے کہنے سے معاف کیا۔ لیکن اس کے ساتھ ان سب سے اب کسی قسم کا تعلق نہ باقی رہنا چاہیے (فیروزہ سے) بی فیروزہ! تم نے میرے صدہا روپیہ کا نقصان کیا ہے۔ اور اس سے زیادہ تمھارے ہاتھون مجھے روحانی صدمہ پہونچا ہے۔ اس وقت مین تمھین اور سب کو بھی سخت سے سخت سزا دے سکتا ہون مگر اسی نیک خاتون کے طفیل مین اور اسی کی سفارش سے جس کی تم دشمن اور خون کی پیاسی ہو تمھارا قصور معاف کرتا ہون لیکن شرط یہ ہے کہ پھر کبھی تمھاری صورت نہ دیکھون اور میرے معاملات مین تمھارا ذکر نہ آئے۔ تم آج ہی جا کے وہ مکان جسمین مینے تمھین رکھا ہے خالی کر دو۔ اور اُس مین جو کچھ اسباب ہے اُسے بھی تم ہی لے جاؤ۔ (اچھی سے) اور مرزا تو بھی میرے گھر سے نکل۔ کل ہی گھر پہونچ کے اپنا اسباب لے اور جہان تیرا جی چاہے جا۔ چاہے محمود علی سے منھ کالا کرائے یا کسی اور سے۔ اور ہان محمود علی سے کہہ دے کہ اُس کو بھی مینے ترس کھا کے چھوڑ دیا بس اسی وقت فیروزہ جان جسین اور سب ساتھ والون کو لے کے وہ اس باغ سے چلا جائے۔ اور پھر کبھی اپنی ناپاک اور نجس صورت نہ دکھائے۔ اگر صبح تک رہا تو خیریت نہین"

عفت آرا " اور موے مدار بخش کو بھی کل ہی گھر سے نکالو"

مرزا مسعود " وہ نابکار بھی نکالا جائے گا"

فیروزہ۔ (عاجزی سے) مگر جانے سے پہلے مین محمد زکی کی صورت ایک دفعہ اور دیکھ لیتی"

عفت آرا۔ (ہنس کے) تم تو جانتی ہو کہ (مرزا مسعود کی طرف اشارہ کر کے) ان کے سامنے وہ تم سے نہین مل سکتے۔ اور یاد رکھو کہ اب تم انکی صورت بھی نہ دیکھو گی جس کام کیلئے وہ تمھارے پاس جاتے تھے وہ پورا ہو گیا"

اس کے بعد فیروزہ رات ہی کو اپنے دونون دوستون اور ملازمون کے ساتھ خاموش و نادم اور اپنا سا منھ لئے روتی ہوئی باغ سے واپس روانہ ہوئی۔ اور صبح ہی وہ مکان خالی کر کے چوک کے ایک کمرے مین اٹھ گئی ہوا۔ لیکن مرزا مسعود محمد زکی اور عفت آرا کے سامنے دوسرے دن صبح کو مرزا صاحب کی کامیابی و کامرانی کے ساتھ بہا طریقے سے دونون طائفون کا دوسرا جرگہ ہوا۔ جس کے بعد سب خوشی خوشی اپنے گھر آئے اور یہ محمد زکی ان کی زندگی بسر کرنے لگے۔ چند ہی سال مین نظر آ گیا کہ مرزا مسعود شہر کے عالی مرتبہ لوگ کامیاب عفت آرا نے قوم کے اتفاق آرا سے ویسرائے کی کونسل کی ممبر ہو کے آنریبل مرزا مسعود ہو گئے اور اُس کے خلاف کو ان نے پروان چڑھا کے ولایت کی تعلیمین پائین۔ اور بڑے بڑے عہدے حاصل کیے۔ اس کے ساتھ یہ آفت

تمام شد